سرمایۂ اہلِ سنت

مصنف

حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ

محمد ابو الکلام احسن القادری الفیضی

صدر اعلیٰ دار العلوم ضیاء الاسلام

ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ (مغربی بنگال)

فاروقیہ بکڈپو

۴۲۲، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ

اللہ جس کو ہدایت دے اسکو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے گمراہ کرے اسکو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ہے۔

مراسم اہل سنت

مئولفہ

عمدۃ المقررین حضرت مولانا محمد ابوالکلام احسن القادری الفیضی مظفرپوری

صدر المدرسین دارالعلوم ضیاء الاسلام

ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ

باہتمام

فاروقیہ بکڈپو

422 مٹیامحل جامع مسجد دہلی۔ 6

نام کتاب : مراسم اہل سنت
مصنف : محمد ابوالکلام احسن القادری الفیضی
صدر المدرسین دارالعلوم ضیاء الاسلام ٹکیہ پاڑہ، ہوڑہ
موبائل : 9038383616/9433205672
پروف ریڈنگ : حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب رضوی خطیب وامام بیت السلام
: حضرت مولانا ذاکر القادری صاحب خطیب غوثیہ مسجد ہوڑہ،
: حضرت مولانا شفیع عالم صاحب استاذ دارالعلوم ضیاء الاسلام ہوڑہ
کمپوزنگ اینڈ سیٹنگ : محمد شاہد رضا نوری ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ
سن اشاعت : ۲۰۱۴ء
قیمت :
باہتمام : فاروقیہ بکڈپو، 422 مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔6
ناشر : نورانی کتاب گھر ۴۵ نمبر بلیلیس روڈ ہوڑہ

Contact
FAROOQIA BOOK DEPOT
422 Matia Mahal, Jama Masjid Delhi-6
Phone:011-23266053, 23267199

E-mail:
farooqiabookdepot@gmail.com
farooqiabookdepot@yahoo.com

فہرست مضامین

شرف انتساب

سیدی وسندی آقائے نعمت تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام مفتیٔ اعظم ہند عارف باللہ علامہ الحاج الشاہ محمد آل الرحمٰن ابوالبرکات محی الدین جیلانی مصطفےٰ رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام، جنہوں نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ خدا کی عبادت، اتباع شریعت اور خدمت دین وملت میں صرف کیا۔

اور

مخدوم گرامی قائد اہلسنت سلطان المناظرین رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام جن کی پُر خلوص نگاہ التفات سے میں اس حقیر خدمت کے لائق بن سکا۔

خاکسار

محمد ابوالکلام احسن القادری الفیضی

خادم دارالعلوم ضیاء الاسلام، ہوڑہ

رائے گرامی

از رشحات قلم: بدر المشائخ سجادگی ترمذیت پیر طریقت حضرت علامہ سید غیاث الدین احمد ترمذی کالپوی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ محمدیہ، سلطانیہ کالپی شریف ضلع جالون

باسمہٖ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

فخر ملت حضرت علامہ محمد ابو الکلام صاحب احسن القادری قبلہ مدظلہ النورانی کی تصنیف ''مراسم اہل سنت'' کا مطالعہ کیا خوب سے خوب تر پایا افراد اہلسنت کیلئے یہ نعمت عظمیٰ کی حیثیت رکھتی ہے ایسے دور میں جب کہ ہمارے مراسم و معمولات پر چومکھی حملے ہورہے ہیں، مراسم اہلسنت کو اسلامی کُتب اور اقوال سلف سے مزین کر کے مطالعہ کی میز پر سجادینا یقیناً مولانا موصوف کی علمی قابلیت اور قومی درد کا واضح ثبوت ہے۔

میری دعا ہے کہ یہ کتاب مقبول خاص و عام ہو اور مسلک سیدی امام احمد رضا خان یوں ہی خوب پھولے پھلے۔ اللہ کرے زور قلم اور ہو زیادہ

سید غیاث الدین احمد ترمذی کالپوی

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ محمدیہ، سلطانیہ کالپی ضلع جالون

۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

رائے گرامی

حضرت العلام سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ پٹنہ سٹی
صدر شعبۂ عربی اورینٹل کالج پٹنہ سٹی بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہٖ الکریم وعلیٰ آلہٖ
واصحابہٖ و اھل بیتہٖ و اولیاء اُمتہٖ اجمعین

عالم اسلام میں منافق وخارجی سے لیکرآج تک پتہ نہیں کتنی خودساختہ تحریکیں وتنقیدیں فتنہ بنکراُبھرتی اور دبتی رہیں لیکن سواد اعظم اپنے مکتب فکر اور مسلک عمل پر استقلال و استقامت کیساتھ گامزن ہے انکی کوششوں کواس طرح سمجھنا چاہیئے کہ جب کسی کے لئے نا پسندیدہ درخت کوکاٹناممکن نہیں ہوتا تو وہ اسکے پھلوں کے بربادکرنے کانشانہ طے کرلیتا ہے۔ غرضیکہ خدا ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکارکرنا وبال جان محسوس ہوا تو وہ تمام عادات و خصائل جوملت اسلامیہ کے رسومات کہے جاتے ہیں ان پر حملے کی ٹھہری۔جن موضوعات پر عام فہم ،سہل اور دل نشیں پیرایۂ بیان میں حضرت مولانا ابوالکلام صاحب احسن القادری مدظلہٗ نے قلم کوجنبش دی ہےان میں کوئی ایسانہیں جن پر بغض وعداوت انبیاءواولیاءاورنفاق بین المسلمین پر کمر باندھے بغیر طعن وتشنیع کیا جاسکے اللہ تعالیٰ حضرت مصنف کی عمردراز فرمائے اور قارئین کوحضرت مصنف کے اس خوان کرم سے انشراح ویقین عطافرمائے۔

آمین۔

شمیم الدین احمد منعمی

پیر ۲۵ رشعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

تقریظ جلیل

خطیب العصر حضرت علامہ ڈاکٹر حسن رضا خان صاحب قبلہ
ڈائرکٹر ادارۂ تحقیقات عربی وفارسی پٹنہ (گورنمنٹ آف بہار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات حاضرہ کے تناظر میں تحریر کے ذریعہ تبلیغ واشاعت کا کام بہت زیادہ مؤثر ہے۔ ہماری جماعت کو تحریری میدان میں ایک نابغۂ روزگار شخصیت حضرت علامہ محمد ابو الکلام احسن القادری مدظلہٗ العالی کی شکل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ بھولے بھالے خوش عقیدہ سُنی مسلمانوں کو مراسم اہل سنت کے خلاف گمراہ کرنے کے لئے شب وروز پروپیگنڈہ کرنا فرقہ ہائے باطلہ کا ایک اچھا خاصہ مشغلہ بن گیا ہے۔ آج حضرت علامہ کی تصنیف ''مراسم اہل سنت'' کو پڑھنے کے بعد بیحد مسرت ہوئی کہ عصری تقاضے کو بھرپور طریقے سے پُر کرنے کیلئے یہ کتاب کافی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی عبقری شخصیت عطا فرماتا رہے۔ آمین بجاہ حبیبہٖ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

تشنۂ دعا

حسن رضا خان

ڈائرکٹر ادارۂ تحقیقات عربی وفارسی پٹنہ۔۶

۶؍جولائی ۲۰۰۹ء

تاثرگرامی

از رشحات قلم فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی عابد حسین صاحب مصباحی نوری قادری
شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم جمشید پور (جھارکھنڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہم نے تو اک چراغ سر راہ رکھ دیا — اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

یہ حقیقت محقق و واضح ہو چکی ہے کہ ناجی و جنتی فرقہ صرف سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہے اور جو فرقہ بھی اس سے الگ ہے وہ ناری اور جہنمی ہے، ترمذی و مشکوٰۃ شریف کی حدیث نے بانگ دہل اعلان کر دیا ہے "مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ" جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

تو جو افراد جنت کے خواہش مند ہیں انہیں اسی جماعت کے ساتھ جڑے رہنا ہوگا، اسی کے عقائد کو دل و جان سے ماننا ہوگا، اسی کے فرائض و واجبات کو پابندی سے بجالانا ہوگا اور اسی کے معمولات و مراسم پر کاربند رہنا ہوگا۔ تبھی وہ حقیقی معنوں میں اہل سنت و جماعت کے افراد اور جنتی مسلمان ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اسی جماعت کی حضور نے تحسین فرمائی ہے، اسی کے دامن میں پناہ لینے کو فرمایا ہے اور اسی کو جنتی قرار دیا ہے۔ زیر نظر کتاب "مراسم اہل سنت" آپ کے ہاتھوں میں ہے جو اپنے موضوع پر خوب ہے۔ مراسم "مرسوم" کی جمع ہے، جس کے معنیٰ ہیں۔ علامت، نشان، پہچان، رسم، طور طریقے، دستور (فیروز اللغات) اس میں کوئی شک نہیں کہ مراسم کسی جماعت کیلئے علامتی نشان ہوا کرتے ہیں، انہیں سے اس جماعت کی عام طور پر پہچان ہوا کرتی ہے۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان گرامی میں تبرّا اور گالی کی محفلیں منعقد کرنا شیعوں کی رسم ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور یزید پلید کی موافقت، اسی طرح سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ، سیدنا غوث اعظم اور دیگر اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنا، نام نہاد اہل حدیث کی عادت ہے۔ اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ

علیہ وسلم کی شان گرامی میں گستاخیاں کرنا، محفل میلاد سے بغض رکھنا، تکبیر کے وقت پہلے ہی سے کھڑا ہوجانا، انبیاء کرام و اولیائے سے وسیلہ سمجھ کر مدد مانگنے پر اور کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھنے پر شرک کا فتویٰ دینا، دیوبندیوں بلکہ تمام وہابیوں کا علامتی نشان ہے۔ اس کے برخلاف چاروں خلفائے راشدین کو حق پر جاننا، ان کی شان میں منقبتیں کہنا، یزید کو ناحق اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو برحق جاننا، تمام اولیائے کرام کی تعظیم کرنا، اللہ ورسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں تعظیم وتوقیر کے الفاظ کہنا، محفل میلاد منعقد کرنا، انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ورضی اللہ عنہم سے محبت اور انہیں وسیلہ سمجھ کران کے حوالے سے مدد مانگنا، صلوٰۃ وسلام اور فاتحہ پڑھنا، اہل سنت کے مراسم اور مابہ الامتیاز علامات ہیں۔ جن کے ذریعہ اہل حق اور اہل باطل کی پہچان فوراً ہوجاتی ہے۔ جن کے قلوب اللہ ورسول اور اولیائے کرام کے عشق ومحبت سے سرشار ہیں وہ اہل سنت کے مراسم شرعی کو خوشی خوشی قبول کرتے ہیں۔ اور جو بغض وعداوت سے دوچار ہیں وہ ان کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ شب عاشورہ، شب معراج، حضور غوث اعظم حضور خواجہ پیا اور حضور امام احمد رضا کی محفلیں منعقد کرنا شیوۂ یار ہے۔ اوران پر نکتہ چینیاں کرتے رہنا دستور اغیار ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اللہ اور اس کے دوستوں سے محبت کرنے، شرعی حدود میں رہ کر محبت کے مراسم کو اختیار کرنے اور گھر گھر چراغاں کرکے عشق کا اظہار کرنے کی ڈیوٹی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اہل سنت کو ملی ہے۔ اور اللہ والوں سے محبت ودوستی اور ان کے آثار وتبرکات کی قدر کے بجائے ان کی گستاخی اور عداوت ودشمنی کے نتیجے میں ان مراسم سے روکنے کی ڈیوٹی شیطان کی طرف سے اس کے چیلوں کو ملی ہے۔ کیونکہ استاد نے اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم سے انکار کیا تو اس کے شاگرد اور اس کے چیلے ان کی برگزیدہ اولاد کی تعظیم سے کیونکر نہ روکیں گے۔ لہٰذا یہ اپنے اپنے نصیبے کی بات ہے کہ ہر فریق اپنی اپنی ڈیوٹی میں لگا ہوا ہے۔

مصنف کتاب حضرت علامہ محمد ابو الکلام احسن القادری الفیضی صدر المدرسین دار العلوم ضیاء الاسلام ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ، ان خوش نصیب علمائے اہل سنت میں سے ہیں جنہیں

اللہ ورسول کی طرف سے یہ ڈیوٹی ملی ہے کہ اللہ اور اس کے محبوبوں کی محبت کے نتیجے میں اسلام پر مضبوطی سے برقرار رہ کر مراسم اہل سنت کے تحفظ و بقاء کیلئے کمر بستہ رہیں۔ اور جو چیزیں بھی عشق و محبت سے تعلق رکھتی ہیں ان کی ترویج و اشاعت کرتے رہیں۔ ان مقاصد حسنہ کے حصول کیلئے آپ نے اپنی زندگی کو وقف کر دیا ہے اور متعدد ذرائع کو اختیار کر کے ۴۰ر سال سے جہد مسلسل کر رہے ہیں۔ کبھی دار العلوم ضیاء الاسلام کی مسند تدریس پر بیٹھتے ہیں تو طلبہ کو مئے عشق پلاتے نظر آتے ہیں۔ اور کبھی جلسہ و کانفرنس کے اسٹیج پر جلوہ بار ہوتے ہیں تو عوام اہل سنت کو شریعت مطہرہ کا خوگر بناتے ہیں۔ اور تصنیف و تالیف کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں تو اپنی قوم کو ''اسلامی قانون'' ''میلاد المصطفیٰ'' ''عورتوں کا اسلامی زیور'' ''آسان تقریریں'' اور ''مراسم اہل سنت'' جیسی بیش بہا کتابوں کے ذریعے اسلام کا آفاقی پیغام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ کتاب عام فہم، سلیس اردو میں ہے۔ جس میں اہل سنت و جماعت کے بہت سے مراسم صحیحہ کو یکجا کیا گیا ہے۔ اس جہت سے یہ منفرد و بیمثال ہے۔ اس حوالے سے حضرت مصنف دامت برکاتہم العالیہ کی کاوشیں قابل داد و تحسین اور لائق صد شکر ہیں۔ میں نے کہیں کہیں سے چند اقتباسات کا مطالعہ کیا، حضرت موصوف چونکہ پختہ اور کہنہ مشق قلمکار ہیں اس لئے کہیں کہیں سے راقم نے اس کتاب کا مطالعہ کیا۔ دلنشیں اور دل آویز انداز میں بحثوں کو اجاگر کیا ہے۔ مدعا کا اثبات صرف دلائل قاہرہ اور براہین ساطعہ سے نہیں کیا گیا ہے بلکہ مخالفین کے اعتراضات کے مسکت و دنداں شکن جوابات بھی دیئے ہیں۔

دعاء ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے حضرت مصنف کیلئے مغفرت کا سامان بنائے، صحت وعافیت عطا فرمائے اور مقبول خاص و عام کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

محمد عابد حسین قادری رضوی نوری مصباحی

مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور (جھارکھنڈ)

۳ر جولائی ۲۰۰۹ء

تبصرۂ جلیلہ

از رشحات قلم فاضل جلیل حضرت علامہ شاہد القادری صاحب
چیئرمین امام احمد رضا سوسائٹی گارڈن ریچ روڈ، مٹیا برج کلکتہ۔۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدنا مخدوم علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کا بنگال ماضی بعید میں علم وعرفان کا مرکز اور رشد وہدایت کا سینٹر رہا۔ مخدوم سمناں علیہ الرحمہ نے تخت وتاج کو خیر باد کہکر اسی روحانی آماجگاہ میں تشریف لاکر تزکیۂ نفس فرمایا۔ اور افق ولایت کا شمس وقمر بن کر چمکے۔ انگریزی دور حکومت میں متحدہ بنگال (مغربی بنگال علیہ السلام بنگلہ دیش) کی خانقاہیں، مساجد، قبرستان کثرت سے تاراج کئے گئے۔ بالخصوص خانقاہوں کو تباہ وبرباد کردیا گیا تاکہ حب الوطنی کا درس دینے والا یہ اسلامی قلعہ ہمیشہ ہمیش کیلئے ختم ہوجائے۔ لیکن اسلام کے جیالے ہر دور میں اسلام و مسلمان کی سربلندی کیلئے علم بلند کرتے رہے۔ اور اپنے مراسم اور شناخت کو ختم ہونے نہیں دیا۔ بنگال کی سرزمین پر ہر دور میں علماء اور مشائخ کی کثرت رہی ہے اور اپنی بساط کے مطابق تبلیغ اسلام وسنیت کرتے رہے ہیں۔ انگریزی دور حکومت میں متحدہ بنگال کے پچاسوں علماء کا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے رابطہ رہا۔ فتاویٰ رضویہ اور خطوط امام احمد رضا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی بنگال کے مدنی پور، مرشد آباد، ہوڑہ، دیناج پور، مالدہ، بیر بھوم، کلکتہ اور بنگلہ دیش کے سلہٹ، چاٹگام، نواکھالی، ڈھاکہ، کھولنا کے علماء اور دانشوروں نے خطوط اور استفتاء کے ذریعہ امام احمد رضا سے اپنے روابط قائم کئے ہوئے تھے۔ کلکتہ کی سرزمین پر اسلام وسنیت پر کام کرنے والی دو عبقری شخصیتیں۔ ایک قاطع نجدیت حضرت علامہ خیر الدین دہلوی ثم کلکتوی۔ (م۔ ۱۹۰۸ء) جن کی عظیم یادگار ناخدا مسجد، ٹیپو سلطان مسجد دھرم تلہ، ٹیپو سلطان مسجد بالی گنج ہیں۔ دوسری شخصیت خلیفۂ اعلیٰ

حضرت علامہ منشی محمد لعل خان مدراسی رضوی (م۔۱۹۲۱ء) جنہوں نے کلکتہ کی سرزمین پر امام احمد رضا محدث بریلوی کو مدعو کر کے جلسۂ ندوہ کو ناکارہ بنایا۔ اور کثرت سے مذاہب باطلہ کے خلاف کتابیں چھپوا کر ان لوگوں کا ناطقہ بند کیا۔ یہ دونوں پاکباز ہستیاں مانک تلہ راجا بازار قبرستان (کلکتہ) میں آرام فرما ہیں۔ مغربی بنگال کے دو اضلاع، ہوڑہ اور کلکتہ دن بدن مذہبی رواداری کے اعتبار سے زوال پذیر ہو رہے تھے۔ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (م۔۲۰۰۲ء) جیسی جہاندیدہ شخصیت نے ان مخدوش حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہوڑہ کی سرزمین پر عالم اسلام کی آفاقی شخصیتوں کا نورانی قافلہ اتارا۔ جن میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ (م۔۱۴۰۲ھ) حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۹۶ھ) حضور سید العلماء مارہروی علیہ الرحمہ (م۔۱۳۹۴ھ) اور حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ (م۔۱۴۰۱ھ) کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ ان اساطین اہل سنت کے قدوم ناز نے اس زمین کو سرسبز و شاداب کیا اور مغربی بنگال میں ان مستجاب الدعوات ہستیوں کے طفیل مرکز علم و عرفان بن کر دارالعلوم ضیاء الاسلام ابھرا۔ جس کے فارغین مختلف محاذ پر اسلام و سنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم ضیاء الاسلام کو کامیابی کی منزل طے کرانے کیلئے ایک فعال، مدبر، مفکر اور اور ذی استعداد عالم کی ضرورت تھی، حضرت علامہ ارشد القادری نے خلیفۂ حضور تاج الشریعہ سیاح بنگلہ دیش، مصنف کتب کثیرہ استاذ العلماء ممتاز الاساتذہ حضرت علامہ الحاج ابوالکلام صاحب احسن القادری الفیضی مدظلہ العالی (صدر المدرسین دارالعلوم ضیاء لاسلام کو ادارۂ ہذا میں تدریسی خدمات کیلئے پیش کیا۔ جن کی محنت، لگن، حسن تدبیر، خوش اسلوبی، مشفقانہ انداز، ناصحانہ فرمان، مربیانہ مشورے اور چالیس سالہ تدریسی خدمات نے دارالعلوم کو تعلیم اور تعمیر کے اعتبار سے ایک مقام دیا ہے جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے سے زیادہ اپنے مسلک اور اپنی قوم کی بھلائی کے بارے میں سوچا ہے۔ یہی سبب ہے کہ تدریسی خدمات کے علاوہ دور دراز کے تبلیغی اسفار، وعظ و نصیحت کی مجلسوں میں شرکت، سماجی، ملی مسائل کیلئے تگ و دو اور قوم و معاشرہ کی اصلاح کیلئے کتابوں کی تصنیف و تالیف، یہ وہ سنہرے کارنامے ہیں جنہیں تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کہا جا سکتا ہے۔

پیش نظر کتاب ''مراسم اہلسنت'' اپنے دامن گوہر بار میں مراسم اہلسنت کے تعلق سے عظیم خزانہ سموئے ہوئے ہے۔ حضرت مصنف مدظلہ العالی نے اس عظیم شاہکار میں جشن عید میلاد النبی ﷺ، فاتحہ کا ثبوت، عرس کی شرعی حیثیت، مزارات اولیاء پر حاضری کے فیضان، اذان قبر کی دلیلیں، انگوٹھے چومنے کا مسئلہ اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا ثبوت، شب معراج، شب برات، شب قدر کی برکتیں، رمضان المبارک، عید الفطر کی فضیلتیں اور محرم میں شرعی رسم ورواج پر دلائل وبراہین کی روشنی میں بحث کی ہے اور مخالفین اہلسنت کی جانب سے ان مراسم صحیحہ پر جتنے اعتراضات وارد ہوئے ہیں بہت ہی سلیقہ اور سنجیدگی کے ساتھ ان کے تشفی بخش جوابات دیئے ہیں۔ علامہ موصوف مدظلہ العالی نے مراسم اہلسنت کے بنیادی موضوع پر سیر حاصل بحث کر کے امت مسلمہ کیلئے ایک علمی مرقع تیار کیا ہے جس کیلئے وہ پوری جماعت کی طرف سے تحسین اور شکریہ کے مستحق ہیں۔

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے ان جملوں پر رفتار قلم کو منجمد کر رہا ہوں ''حضرت موصوف (علامہ ابوالکلام احسن القادری مدظلہ النورانی) کے قلم کی ایک نہایت اہم خصوصیت یہ ہیکہ وہ کتاب لکھتے وقت عوام کی ذہنی سطح کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کم پڑھے لکھے لوگ ان کی تصنیفات سے بہت زیادہ مستفید ہو رہے ہیں۔ جہاں تک کتابوں کی تصنیف کا کام ہے تو اپنے اختیار میں ہے لیکن جہاں تک عوام میں کتابوں کی مقبولیت کا سوال ہے تو یہ سرتاسر فضل الٰہی اور عنایت خداوندی ہے۔ مولانا اس اعتبار سے بھی خوش نصیب ہیں کہ ان کی کتابیں عوام میں قبول عام کی عزت سے سرفراز ہیں''۔

(مولانا) محمد شاہد القادری

چیئرمین امام احمد رضا سوسائٹی ''کولکاتا''

9231506317

تاثر گرامی

از رشحات قلم فاضل گرامی حضرت العلام الحاج مفتی محمد مختار عالم صاحب رضوی
استاذ مرکزی دینی دانش گاہ مدرسہ سلیمیہ فیض العلوم وصدر مجلس علمائے اسلام مغربی بنگال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ و الصلاۃ علیٰ نبیہ الکریم

بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، سیاح بنگلہ دیش، خلیفۂ حضور ازہری میاں قبلہ حضرت مولانا الحاج محمد ابوالکلام احسن القادری الفیضی مدظلہ العالی صدر المدرسین دار العلوم ضیاء الاسلام و خطیب و امام بی بی مسجد ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ کی باوقار شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ ۱۹۶۹ء میں قائد اہل سنت مناظر اسلام رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری نور اللہ مرقدہٗ کے حکم پر مغربی بنگال کی مرکزی درسگاہ دار العلوم ضیاء الاسلام ٹکیہ پاڑہ میں ان کی تقرری عمل میں آئی۔ آج تقریباً چالیس سال سے مسلسل وہیں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تصنیف و تالیف میں ان کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ اہل سنت و جماعت کی ترویج اور مسلک رضویت کی اشاعت کی غرض سے انہوں نے تقریباً ۲۵ سے زائد کتابیں عام فہم زبان میں تالیف فرمائی ہیں۔ جن میں بعض کتابیں اصلاح اعمال وعقائد پر مشتمل ہیں جو عوام الناس کیلئے بیحد مفید ہیں۔ مولانا موصوف کے قلم کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ وہ کتاب تصنیف کرتے وقت اور مصنف کی طرح ادق الفاظ اور سخت زبان استعمال نہیں کرتے بلکہ کم پڑھے لکھے لوگوں کی لیاقت وصلاحیت کے پیش نظر ہمیشہ سہل زبان اور آسان الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتاب ہر عام وخاص میں بیحد مقبول ہے۔ ہندوستان کا کوئی ایسا چھوٹا یا بڑا کتب خانہ نہیں جس میں آپ کی کوئی نہ کوئی تصنیف موجود نہ ہو۔ اسلامی قانون کے نام سے چار حصوں میں دینیات کا ایک مکمل نصاب ترتیب دیکر انہوں نے سنی مدارس اسلامیہ اور مکاتب دینیہ کی ایک اہم ضرورت پوری کی ہے۔ جس کیلئے وہ ہم سب کی طرف

سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ زیرنظر کتاب ''مراسم اہل سنت'' موصوف مذکور کے سلسلۂ تصنیف کی ایک اہم کڑی ہے۔ دور حاضر میں ایسی کتاب کی سخت ضرورت تھی۔ مولانا موصوف نے دلائل و براہین کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ اہل سنت کے جتنے مراسم و معمولات ہیں وہ سب بفضلہٖ تعالیٰ قرآن وحدیث واقوال بزرگان دین سے مأخوذ ہیں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ مولانا موصوف کی یہ کتاب مستطاب ایمان وعرفان میں پختگی اور عقائد واعمال میں درستگی کیلئے ضرورت سے زیادہ مفید ثابت ہوگی۔ کیونکہ اس کتاب میں جہاں تمام عنوانات دلائل و براہین اور حوالہ جات سے مزین ہیں وہیں انداز بیان انتہائی سلیس، عام فہم، مؤثر اور دلنشیں بھی ہے۔ میری دعاء ہے کہ خدائے قدیر جل شانہ، حضرت مولانا موصوف کی اس سعیٔ بلیغ کو شرف قبولیت عطا فرما کر توشۂ آخرت اور سامان مغفرت بنائے۔ اور مزید دینی اور قلمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

العبد الفقیر

محمد مختار عالم رضوی

کمرہٹی کولکاتا۔ ٥٨

٢٤ / جمادی الثانی ١٤٣٠ھ

دعائے ایصال ثواب

میں اپنی اس تألیف کے ذریعہ

اپنی والدۂ محترمہ فرمودن خاتون بنت محمد حبیب (متوفیہ ۳؍مئی ۱۹۸۵ء مطابق ۱۲؍شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ بروز جمعہ)

والد گرامی محمود حسین ابن رمضان علی (متوفی ۲۰؍اگست ۱۹۹۴ء مطابق ۱۱؍ربیع النور ۱۴۱۳ھ بروز سنیچر)

عم محترم محمد یتیم الحق ابن رمضان علی (متوفی ۴؍دسمبر ۱۹۷۵ء مطابق ۱۹؍ذوالقعدہ ۱۳۹۵ھ بروز جمعرات)

برادر عزیز محمد انعام الحق ابن محمود حسین (متوفی ۱۰؍فروری ۱۹۸۶ء مطابق ۳۰؍جمادیٰ الاولیٰ بروز سوموار)

ہمشیرہ مکرمہ وکیلہ خاتون بنت عبداللطیف (متوفیہ ۱۹۸۳ء)

اور تمام علمائے اہل سنت، اولیائے امت اور شہدائے ملت کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کرتا ہوں.......... اور ناظرین کرام سے بھی پُر خلوص گذارش کرتا ہوں کہ وہ ازراہ کرم ایصال ثواب فرما کر عنداللہ ماٗجور ہوں۔

محمد ابوالکلام احسن القادری

خادم دارالعلوم ضیاء الاسلام، ٹکیہ پاڑہ، ہوڑہ

۱۵؍جون ۲۰۰۹ء

مصنف کا مختصر تعارف

نام	:	محمد ابوالکلام احسن القادری
والد گرامی	:	محمود حسین مرحوم
جد امجد	:	محمد رمضان علی مرحوم
متوطن	:	موضع مادھوپور، پوسٹ انگواں، وایا ججوارہ ضلع مظفر پور، بہار
سنہ ولادت	:	۱۹۴۷ء
تعلیم	:	فاضل درس نظامیہ از جامعہ فیض العلوم جمشید پور، بہار عالم درس عالیہ از بورڈ کلکتہ (بنگال) وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی از بورڈ پٹنہ، بہار
مشغلہ	:	تدریس، تقریر، تصنیف اور خدمت خلق
پیرومرشد	:	مظہر امام اعظم جانشین غوث اعظم شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی وسندی حضور مفتیٔ اعظم ہند علامہ ومولانا شاہ الحاج مصطفےٰ رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان
خلافت	:	از حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج شاہ اختر رضا خان صاحب قبلہ بریلی شریف وحضور بدر المشائخ حضرت علامہ سید غیاث الدین احمد میاں قادری سجادہ نشین خانقاہ محمدیہ کالپی شریف وگل گلزار اشرفیت پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ فخر الدین اشرف اشرفی جیلانی۔ کچھوچھہ مقدسہ یوپی وحضرت علامہ سید شاہ فرید الحق عمادی علیہ الرحمہ خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سٹی بہار
زیارت حرمین شریفین	:	۱۹۷۷ء ...... ۲۰۰۳ء ۲۰۰۸ء

ہدیۂ امتنان

میں تہ دل سے ممنون و مشکور ہوں ان تمام معاونین کا جن کی پر خلوص معاونت سے زیر نظر کتاب ''مراسم اہل سنت'' زیور طبع سے مزین ہو کر منظر عام پر آئی۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ عزو جل اپنے پیارے محبوب دانائے غیوب حضور تاجدار مدینہ ﷺ کے صدقہ و طفیل دین کے ان تمام معاونین کو دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے، تمام آفات و بلیات سے محفوظ رکھے اور جائز کاروبار میں بے پناہ برکت اور ترقی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

خاکپائے اولیاء

محمد ابوالکلام احسن القادری

خادم دار العلوم ضیاء الاسلام، ٹکیہ پاڑہ، ہوڑہ

۲۰۰۹ء

احوال واقعی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

زیر نظر رسالہ ''مراسم اہل سنت'' میں نے نہایت آسان اور سلیس زبان میں ترتیب دیا ہے۔تاکہ ہر خاص وعام کیلئے مفید اور کار آمد ثابت ہو۔

کتاب ہٰذا میں صحت کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔تاہم اگر کسی قسم کی فروگذاشت نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں۔

دعاء ہے کہ پروردگار عالم جل شانہ بوسیلۂ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء اسے شرف قبولیت سے مشرف فرماکر ناچیز راقم الحروف کیلئے ذریعۂ نجات اور سامان مغفرت بنائے۔آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

خاکسار

محمد ابوالکلام احسن القادری

خادم دارالعلوم ضیاء الاسلام،ٹکیہ پاڑہ،ہوڑہ

۲۰۰۹ء

تأثرات

عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد فاروق صاحب رضوی

استاد دارالعلوم ضیاء الاسلام ٹکیہ پاڑہ، ہوڑہ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ حبیبہٖ الکریم

اللہ رب العزت کی شان عظیم ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے افراد انسانی کی ہدایت و رہنمائی کیلئے اپنے محبوب دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مبعوث فرمایا۔ اور ان کی نیابت کیلئے علمائے کرام کی ایسی مقدس جماعت پیدا کی کہ جس نے شیطنت و نجدیت، وہابیت و دیوبندیت و لادینیت کے سمندروں سے اٹھنے والے طوفانوں کی جہتیں موڑ کر بیشمار لوگوں کو ہلاکت و تباہی سے بچالیا۔ جس نے ضلالت و گمرہی کی ظلمات میں بہت سارے بھٹکنے والوں کو ایمان و ایقان کی روشنی میں لاکھڑا کیا۔ جس کا کام ہی ہے ایمان و محبت رسول ﷺ کا ایسا چراغ جلانا جس کی ضیا پاشیوں سے لوگ تا حد حیات محظوظ ہوتے رہیں۔ اسی مبارک جماعت سے ایک عظیم ذات حامیٔ اسلام و سنیت ہادیٔ شریعت مرشد طریقت قائد اہل سنت قاطع شرک و بدعت حضرت علامہ مولانا ابوالکلام احسن القادری صاحب قبلہ دامت فیوضہم العالیہ خلیفۂ حضور تاج الشریعہ بریلی شریف و صدر المدرسین مرکزی دارالعلوم ضیاء الاسلام ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ کی ہے کہ رب قدیر نے آپ کو بہت سی خوبیوں کا مخزن بنایا ہے۔ آپ ایک بلند پایہ مدرس بھی ہیں اور نکتہ رس اور خوش بیان خطیب بھی۔ بہتوں پر فوقیت لیجانے والے ایک فکر انگیز اور حقائق نگار مصنف بھی۔ آپ کی تقریباً دو درجن تصنیفات برسہا برس سے عوام و خواص میں مقبولیت کے درجے حاصل کر چکی ہیں۔ اسی سلسلۂ تصنیفات کی ایک کڑی پیش نظر کتاب ''مراسم اہل سنت'' ہے۔ جسے ناچیز نے اول تا آخر بالاستیعاب مطالعہ کیا، جو خاص و عام ہر ایک کیلئے بیحد مفید ہے۔ جس میں آپ نے اہل سنت و جماعت کے معمولات ایسے انداز میں بیان فرمایا ہے کہ کم سے کم پڑھا لکھا آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ جسے قرآن حکیم و احادیث نبویہ و اسلاف کرام کے اقوال و اعمال صالحہ کی روشنی میں

ثابت فرمایا ہے۔ اور معترضین کے اعتراضات کو قرآن مقدس، حدیث پاک اور سلف صالحین کے اقوال واعمال سے رد فرماتے ہوئے ایسے ایسے دلائل و براہین قائم کئے ہیں کہ جو ان کیلئے ایسا دنداں شکن جواب ہے جن کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔

مولیٰ تعالیٰ اس تصنیف لطیف کو اپنی مقدس بارگاہ میں پیارے آقا ﷺ کے صدقے شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے قبولیت عامہ سے سرفراز فرمائے اور حاسدوں کے بغض و حسد سے محفوظ فرما کر آپ کے سایۂ عاطفت کو تادیر قائم رکھے۔ اور مزید تصنیف وتالیف کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد فاروق رضوی

خادم دارالعلوم ضیاء الاسلام، ٹکیہ پاڑہ، ہوڑہ

۱۶ر جون ۲۰۰۹ء

نیاز و فاتحہ کا بیان

ایصال ثواب میں بزرگان دین وسلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریقہ کو عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں۔ اس طور پر کہ کچھ کھانے کی چیز جیسے مالیدہ، شیرنی یا دیگر مٹھائیاں سامنے رکھ کر سورۂ فاتحہ یعنی الحمد شریف از اوّل تا آخر اور دوسری چند سورتیں اور آیتیں اور درود شریف پڑھی جائیں۔ پھر اسکے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر اس طرح دعا کی جائے کہ مالکا! بندہ نوازا! میں نے جو قرآن شریف کی تلاوت کی ہے اس تلاوت اور شیرینی کا ثواب فلاں شخص کی روح کو میری طرف سے ہدیہ پہونچا۔

دور حاضر میں مخالفین کی جماعت فاتحہ کے بارے میں بہت نکتہ چینی اور اعتراض کرتی ہے کہ یہ طریقۂ فاتحہ بالکل بدعت ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایصال ثواب کرنا یا کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کرنا یا کھانا سامنے رکھ کر تلاوت قرآن کرنا یا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا یہ تمام بیکار اور بے بنیاد باتیں ہیں۔

اس لئے سب سے پہلے میں (۱) ایصال ثواب (۲) کھانا سامنے رکھ کر تلاوت قرآن (۳) ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا، ان تینوں کو بزرگان دین کے اقوال اور احادیث کریمہ سے ثابت کر دینا چاہتا ہوں تاکہ مخالفین ومعترضین کے اعتراض کا رد بھی ہو جائے اور ان کا منھ بھی ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔

ایصال ثواب

تمام علمائے اہل حق کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے اور جملہ بزرگان دین کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ زندوں کے اعمال مُردوں کیلئے نفع بخش اور فائدہ مند ہیں جیسا کہ شرح عقائد نسفیہ میں مذکور ہے۔

فِیْ دُعَاءِ الْاَحْیَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَ صَدَقَتِهِمْ عَنْهُمْ نَفْعٌ خِلَافاً لِلْمُعْتَزِلَةِ ط

ترجمہ: زندہ لوگ اگر مُردوں کیلئے دُعا کریں، یا مُردوں کیطرف سے صدقہ کریں تو اس سے مُردوں کو فائدہ پہونچتا ہے اور اس مسئلہ میں صرف معتزلہ کا اختلاف ہے۔

اسی طرح ہدایہ صفحہ نمبر ۲۶۳ میں مذکور ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَہٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِہٖ لِغَیْرِ صَلٰوۃً کَانَ اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَۃً اَوْ غَیْرَھَا عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ ط

ترجمہ: یعنی بلاشبہ یہ ہر انسان کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو بخش دے چاہے نماز ہو یا روزہ، صدقہ ہو یا اسکے علاوہ۔ اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔

فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۱۴۱ میں درج ہے کہ:

''اگر مالیدہ و شیر برائے فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورند جائز است مضائقہ نیست''

ترجمہ: اگر دودھ اور مالیدہ کسی بزرگ کی فاتحہ کیلئے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلائے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورۂ بقرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''فاتحہ و قل و درود خواندن متعین است برائے رسانیدن مأکولات و مشروبات بارواح''

ترجمہ: ارواح کو کھانا اور پانی کا ثواب پہونچانے کے لئے فاتحہ اور قل اور درود شریف پڑھنا مقرر ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ ''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' میں بیان خواجگان چشت تحریر فرماتے ہیں:

''پس دہ مرتبہ درود شریف خوانده ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند و ہمیں طور ہر روز می خوانده باشد''

ترجمہ: پس دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم تمام کریں اور تھوڑی سی شیرینی پر فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً پڑھیں اور اپنی حاجت کیلئے اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور روزانہ اسی طرح پڑھیں۔

علمائے کرام، مشائخ عظام اور محدثین فخام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی تحریروں سے مسئلہ اظہر من الشمس ہو گیا کہ زندہ لوگ اگر مُردہ کیلئے دعا کریں تو اس سے مُردہ کو ثواب

پہونچتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سلف صالحین اور بزرگان دین کا یہ معمول رہا ہے کہ ہمیشہ ایصال ثواب کرتے رہے ہیں۔اب آیئے اور اس کے علاوہ کچھ حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔اس سلسلے میں بیشمار احادیث مبارکہ موجود ہیں لیکن ہم اس جگہ بطور اختصار صرف چار حدیثوں پر اکتفا کرتے ہیں جو انشاءاللہ الاحد اہل ذوق کے لئے کافی ہونگی۔

حدیث

(۱) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ! میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اب میرے کسی عمل سے ان کو نفع پہونچ سکتا ہے یا نہیں؟'' تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''کیوں نہیں تم ایک کنواں کھدواؤ اور اسکے پاس حاضر ہو کر یوں کہہ دو کہ اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہونچے'' (بخاری و مسلم شریف)

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ''ہم اپنی میتوں کیلئے جو صدقات وخیرات کرتے ہیں، انکے لئے دعائیں مانگتے ہیں تو کیا اسکا ثواب ان تک پہونچتا ہے؟'' حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''بیشک پہونچتا ہے اور وہ اس سے اسی طرح مسرور وشادماں ہوتے ہیں جس طرح تمہارے کسی اعلیٰ اور مرغوب تحفوں سے زندہ لوگ خوش ہوتے ہیں'' (مفہوم)

(۳) ایک شخص نے حضور پُر نور سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ''میں اپنے والدین کیساتھ انکی زندگی میں حسن سلوک کیا کرتا تھا تو کیا اب انکے مرنے کے بعد بھی کچھ کر سکتا ہوں؟'' سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تم اپنی نماز کیساتھ انکی طرف سے کچھ نماز پڑھو اور اپنے روزوں کیساتھ انکی طرف سے کچھ روزے رکھ لو'' یعنی کچھ نماز اور روزوں کا ثواب انھیں بخش دو۔ (طبرانی)

(۴) ایک شخص نے دریافت کیا کہ ''یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے میں انکی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا انکو اسکا ثواب پہونچے گا؟'' تو حضور لامع النور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں پہونچے گا''

احادیث مذکورہ سے بھی روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ زندہ اگر مُردوں کیلئے روزہ نماز کا ثواب بخش دیا کریں یا انکی طرف سے کچھ صدقہ کریں تو اسکا ثواب مُردوں کو پہونچتا ہے۔

کھانا سامنے رکھ کر تلاوت قرآن

(۱) حدیث : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کھجور، گھی اور پنیر ملا کر مالیدہ بنایا اور سینی میں رکھ کر حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کی خدمت بابرکت میں بھیجا تو حضور لامع النور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سامنے رکھنے کا حکم فرمایا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کو بلانے کے لئے بھیجا۔ جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹے تو گھر آدمیوں سے بھر گیا تھا جس میں تقریباً تین سو آدمی تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس مالیدہ پر رکھا اور جو کچھ خدا نے چاہا اس پر آپ نے پڑھا پھر دس دس آدمیوں کو آپ بلانے لگے کہ اس میں سے کھائیں یہاں تک کہ سب آدمیوں نے کھالیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر سرور عالم نور مجسم ﷺ نے مجھے اس کو اٹھانے کا حکم دیا تو مجھے یہ نہیں معلوم ہوا کہ جب میں نے اس کو رکھا تھا اس وقت وہ زیادہ تھا یا جب اٹھایا تھا۔ یعنی بالکل کم نہیں ہوا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں لوگوں کو بھوک کی تکلیف پہونچی یعنی توشہ کم تھا، لوگ بھوکے رہنے لگے تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ جو کچھ توشہ لوگوں کے پاس بچ گیا ہے اسے آپ منگا کر دعائے برکت فرمادیں آپ نے ایک دستر خوان چرمی بچھوایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ جو کچھ توشہ بچ گیا ہے لے آئیں۔ لوگ اپنے اپنے پاس سے جو کچھ بچ گیا تھا، لے آئے۔ یہاں تک کہ بعضے ایک مٹھی جوار لے آئے اور بعض ایک مٹھی چھوہارے اور کوئی روٹی کا ایک ٹکڑا یہاں تک کہ اس دستر خوان پر تھوڑا سا فراہم ہوا۔

فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَکَۃِ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِکُمْ. (مسلم شریف)

ترجمہ: پس اس پر دعا فرمائی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی اور فرمایا کہ اب اس کو اپنے برتنوں میں رکھ لو۔

(۳) اسی طرح مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق کے دن تھوڑا کھانا پکا کر حضور سرور عالم ﷺ کی دعوت کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انکے مکان پر تشریف لائے۔

فَاُخْرِجَتْ لَہٗ عَجِیْنًا فَبَصَقَ فِیْہِ وَ بَارَکَ ○ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۵۳۲)

ترجمہ: آپ کے سامنے گندھا ہوا آٹا پیش کیا گیا تو اس میں لعاب شریف ڈالا اور دعائے برکت کی۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں سرور کائنات جناب نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت سراپا برکت میں تھوڑے چھوہارے لایا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ان چھوہاروں کیلئے دعائے برکت فرمادیں۔ آپ نے دعا کی اور مجھ سے فرمایا کہ انھیں لے کر اپنے توشہ دان میں رکھ لو جب تمہاری طبیعت چاہے اس میں ہاتھ ڈال کر نکال لینا، مگر جھاڑنا مت۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ان چھوہاروں میں ایسی برکت ہوئی کہ میں نے اتنے اتنے وسق (وسق، ساٹھ صاع کا وزن ہے) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کئے اور ہمیشہ اس میں سے ہم کھاتے اور کھلاتے رہے اور وہ توشہ دان میری کمر میں لگا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن میری کمر سے کٹ کر کہیں گر پڑا۔ اور گم ہوگیا۔ (ترمذی شریف)

الحمدللہ! احادیث مذکورہ سے آفتاب نصف النہار کی طرح یہ ثابت ہوگیا کہ کھانا سامنے رکھ کر یا شیرینی سامنے رکھ کر پڑھنا یا تلاوت کرنا حضور لامع النور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کا طریقہ اور سنت ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واضح ہوگیا کہ فاتحہ میں کتنی برکت ہے۔ اسکے بعد اب کوئی دلیل تلاش کرتا ہے تو یقیناً اسکی ہٹ دھرمی اور شرارت ہے اور محض دین و مذہب میں فتنہ کرنا ہی اسکی زندگی کا نصب العین ہے۔

اب بزرگان دین کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزیہ جلد ثانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

در تمامِ سال دو مجلس در خانۂ فقیر منعقد میشود ذکر ولادت شریف و ذکر شہادت حسنین رضی اللہ عنہما، اوّل کہ مردم روز عاشورہ یا یک دو روز پیش ازیں قریب چہار صد کس یا پنج صد کس بلکہ ہزار افراد می آیند، درود می خوانند بعد ازاں فقیر می آید و ذکر فضائل حسنین کہ از حدیث ثابت است بیان می کند۔ بعد ازاں ختم قرآن مجید و پنج آیت خواندہ بر ما حضر فاتحہ نمودہ می آید۔ ایں است قدرے کہ بعمل می آید۔

ترجمہ: فقیر کے یہاں سال بھر میں دو مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔ ذکر ولادت شریف کی مجلس اور ذکر شہادت حسنین کی مجلس۔ پہلی مجلس جو عاشورہ کے دن یا ایک دو روز قبل چار پانچ سو بلکہ ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اسکے بعد فقیر آ کر بیٹھتا ہے اور فضائل حسنین کا ذکر جو حدیث سے ثابت ہے، بیان کرتا ہے اسکے بعد ختم قرآن مجید اور پنج آیت پڑھ کر جو کچھ موجود ہوتا ہے، اس پر فاتحہ کیا جاتا ہے اس قدر عمل میں آتا ہے۔

دوسری جگہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ مکتوبات میں فرماتے ہیں:

پس ما حضر از طعام یا شیرینی فاتحہ خواندہ تقسیم بحاضرین مجلس می شود۔

ترجمہ: پس کھانے یا شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر حاضرین مجلس پر تقسیم ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پس دہ مرتبہ درود شریف خواندہ ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند۔ حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز می خواندہ باشد۔

ترجمہ: پس دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم تمام کریں۔ اور تھوڑی شیرینی پر فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً پڑھیں اور اپنی حاجت کیلئے خدا تعالیٰ سے سوال کریں۔ اور روزانہ اسی طرح پڑھیں۔

اس قسم کے بہت سے اقوال پیش کئے جاسکتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فاتحہ میں کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرنا سلف صالحین کا مقدس معمول رہا ہے مگر میں اتنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حزب مخالف کو چشم حقیقت بیں مرحمت فرمائے۔ آمین

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

ایصال ثواب میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کوئی اختلاف کی بات نہیں اور نہ ہی یہ ضروریات فاتحہ میں داخل ہے۔ یہ کون نہیں مانتا کہ فاتحہ ایک دعا ہے اور نماز سے باہر ہر دعاء میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ جب اٹھاتے تھے تو اس وقت تک ہاتھ نیچے نہیں کرتے تھے جب تک کہ دونوں ہاتھوں کو چہرے پر نہ پھیر لیں۔ (ترمذی شریف) حدیث مذکور سے یہ ثابت ہوا کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا اور دعا ختم کر کے چہرے پر ہاتھ پھیر لینا کوئی نئی چیز نہیں بلکہ سنت مصطفیٰ سید الانبیاء ہے۔ فاتحہ بھی ایک دعا ہے۔ لہٰذا ! اس میں ہاتھ اٹھانا مسنون ثابت ہوا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

فاتحہ کے آداب وشرائط

فاتحہ ہمیشہ پاک اور حلال چیزوں پر دینا چاہئے۔ اور خوشبودار پاک چیزوں کا خوب خیال رکھنا چاہئے ورنہ بجائے نفع کے نقصان ہی ہوگا۔ کچی پیاز، لہسن، جوٹھی چیزیں، سڑی گلی، ناپسند اور حرام ونشہ کی چیزوں پر فاتحہ نہ دیں۔ فی زمانہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ طہارت و پاکیزگی کا خیال کئے بغیر ایسی دوکان سے مٹھائی لے کر اس پر فاتحہ دلاتے ہیں جہاں طہارت و پاکیزگی کا نام تک نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔ ایسی فاتحہ سے نہ تو کوئی دینی فائدے مرتب ہوسکتے ہیں، نہ دنیوی۔ لہٰذا ! ایسی دوکان کی مٹھائی فاتحہ کے لئے نہ خریدیں۔ سب سے اچھا یہ ہے کہ اپنے ہی گھر میں فاتحہ کی چیزیں تیار کرائی جائیں کیوں کہ گھروں کی چیزوں میں بازار کی چیزوں کی بہ نسبت احتیاط زیادہ ہوتی ہے اور اگر کسی معقول مجبوری کے تحت گھر میں نہ پکا سکیں تو کسی متقی پرہیزگار مسلمان کی دوکان سے خرید کر فاتحہ دیں۔

فاتحہ کی چیزیں کیسی ہوں

مٹھائی، کھیر، حلوہ، زردہ، شربت، دودھ، پلاؤ اور وہ چیز جس میں شکر یا گڑ پڑی ہو۔ غرضیکہ جتنی چیزیں لذیذ اور اچھی ہیں سب پر فاتحہ درست ہے۔ لیکن میٹھی چیزیں سب سے بہتر ہیں کیونکہ سرور کائنات، فخر موجودات، احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مؤمن میٹھے ہیں اور میٹھی چیزوں کو پسند کرتے ہیں اور خالق کائنات جل مجدہٗ اپنی کتاب قدیم فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے کہ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ٥ ترجمہ: تم لوگ ہرگز بھلائی کو نہیں پہونچ سکتے۔ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ کی راہ میں اپنی محبوب چیزوں کو صرف نہ کرو۔

اب بتائیے کہ اس سے زیادہ بھلا کون سی چیز محبوب اور پسندیدہ ہو سکتی ہے جس کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے محبوب رکھا ہو۔ اسی لئے گوشت پر بھی فاتحہ دینا بہتر ہے۔ کیونکہ گوشت کو ہمارے آقا و مولیٰ مدنی دولہا سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پسند فرمایا ہے۔

فاتحہ کے فوائد

بزرگان دین کی خدمت میں ثواب کا نذرانہ پیش کرنا اور انکے توسل سے دعا اور عرض مدعا کرنا، حصول مقاصد کا ایک بڑا اور بہترین ذریعہ ہے فاتحہ میں صرف مَرے ہوئے لوگوں ہی کیلئے نہیں بلکہ زندہ لوگوں کیلئے بھی گوں ناگوں فائدے ہیں۔ فاتحہ سے بچھڑے ہوئے عزیزوں کو خدائے جل وعلیٰ کے فضل سے قبر کے عذاب سے رہائی ملتی ہے۔ ان کی قبر درخشاں اور منور ہوتی ہے۔ انکے مراتب و درجات بلند ہوتے ہیں۔ خصوصاً انبیاء کرام و اولیاء عظام کی فاتحہ سے فاتحہ دینے والے پر آئی ہوئی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔ روزی میں برکت ہوتی ہے۔ بے روزگار برسر روزگار ہو جاتا ہے۔ مصائب و آلام اور غم واندوہ کی بلا سے نجات مل جاتی ہے۔ برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ نحوستیں دور ہو جاتی ہیں۔ آسیب و بلا، وبا اور بیماری سے حفاظت ہوتی ہے۔ بے اولادوں کو خلاق دو عالم جل شانہٗ اولاد عطا فرماتا ہے۔ غرضیکہ فاتحہ کی برکت سے دین و دنیا دونوں سنور جاتے ہیں۔

اسی لئے بزرگان دین، اولیاء کاملین نے فاتحہ کو حصول مقاصد اور کامیابی کا ایک بڑا اور بہترین ذریعہ فرمایا ہے اور صرف فرمایا ہی نہیں بلکہ خود نہایت اہتمام کے ساتھ کیا بھی ہے۔

فاتحہ اخلاص قلب سے کرنا چاہیئے تاکہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ شرفِ قبولیت سے مشرف فرمائے۔ شہرت یا نام ونمود کے لئے ہرگز نہ کرے کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ اندیشہ ہے کہ یہ نیک عمل ضائع ہوجائے۔

پروردگار عالم اپنے حبیب لبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں اخلاص قلب مرحمت فرمائے، اور عمل خیر کی توفیق رفیق عنایت کرے۔ آمین

چالیس روز کھانا کھلانا

فاتحہ کی طرح کچھ بدعقیدوں کا اعتراض دسواں ، بیسواں اور چالیسواں پر بھی ہے۔ نیز ان کا کہنا ہے کہ مُردہ کی طرف سے جو دس روز، بیس روز یا چالیس روز کھانا کھلایا جاتا ہے وہ بالکل عبث و بے ثبوت ہے۔ اس لئے میں مناسب اور بہتر سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں بھی کچھ روشنی ڈالوں۔ چالیس روز تک کھانا کسی غریب و مسکین کو کھلانا بزرگان دین کے اقوال سے ثابت ہے۔ چنانچہ فقہا نے لکھا ہے۔

يُسْتَحِبُّ اَنْ يَّتَصَدَّقَ عَنِ الْمَيِّتِ اِلىٰ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍO

ترجمہ: تین دن تک میت کی طرف سے صدقہ دینا مستحب ہے۔

اور بعضوں نے لکھا ہے سَبْعَةَ اَيَّامٍ یعنی سات دن تک اور بعضوں نے لکھا ہے اَرْبَعِيْنَ (چالیس دن تک) یہ روایتیں شرح برزخ خزانۃ الروایات میں ہیں۔

يَنْبَغِىْ اَنْ يُّوَاظِبَ عَلَى الصَّدَقَةِ لِلْمَيِّتِ اِلىٰ سَبْعَةِ اَيَّامٍ وَ قِيْلَ اِلىٰ اَرْبَعِيْنَ فَاِنَّ الْمَيِّتَ لَيَتَشَوَّقُ اِلىٰ بَيْتِهٖ O

ترجمہ: یعنی میت کی طرف سے سات دن تک برابر صدقہ دیا جائے اور بعضوں نے کہا ہے کہ چالیس دن تک دیا جائے کیوں کہ میت اپنے گھروں کی طرف آرزومند رہتی ہے۔

فقہا کے اس قول سے مسئلہ واضح ہو گیا کہ میت کی طرف سے چالیس دن تک صدقہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مُردے کو ہمارے مال و دولت کی ضرورت نہیں پڑتی اور نہ وہ ہمارے مال و دولت کے بھوکے ہیں بلکہ انکو ہمارے ثواب کی شدید ضرورت پڑتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال اور رشتہ داروں کی طرف آرزومند رہتے ہیں کہ ہمارے اہل وعیال نیک عمل ہمارے لئے کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر نیک عمل کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں ورنہ لعنت بھیجتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ صدر بن رشید تبریزی نے دستور القضاۃ میں لکھا ہے۔

مِنَ الْفَتَاوٰى السَّنَفِيَةِ اَنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَأْتُوْنَ فِىْ كُلِّ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمِ الْجُمُعَةِ فَيَقُوْمُوْنَ بِفَنَاءِ بُيُوْتِهِمْ ثُمَّ يُنَادِىْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِصَوْتٍ حَزِيْنٍ يَا اَهْلِىْ وَ يَا اَوْلَادِىْ وَ يَا اَقْرِبَائِىْ اَعْطِفُوْا عَلَيْنَا بِالصَّدَقَةِ اُذْكُرُوْنَا لَا تَنْسُوْنَا وَارْحَمُوْنَا فِىْ غُرْبَتِنَا قَدْ كَانَ هٰذَا الْمَالُ الَّذِىْ فِىْ اَيْدِيْكُمْ فِىْ اَيْدِيْنَا فَيَرْجِعُوْنَ مِنْهُمْ بَاكِياً حَزِيْناً يُنَادِىْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِصَوْتٍ حَزِيْنٍ اَللّٰهُمَّ قَنِّطْهُمْ مِنَ الرَّحْمَةِ كَمَا قَنَّطُوْنَا مِنَ الدُّعَاءِ وَ الصَّدَقَةِ.

ترجمہ: یعنی اس فتاویٰ میں درج ہے کہ بیشک مؤمنین کی روحیں (میت کی روحیں) ہر جمعہ کی رات اور ہر جمعہ کے دن آتی ہیں اور گھروں کے سامنے کھڑی رہتی ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک غمگین آواز میں پکارتی ہیں کہ اے میری اہل، اے میری اولاد، اے میرے رشتہ دارو! ہم پر مہربانی کرو صدقہ کے ذریعہ اور ہم کو یاد رکھو ہمیں مت بھولو اور رحم کرو ہماری غربت پر۔ یہ مال جو آج تمہارے ہاتھ ہے (کل) ہمارے ہاتھ میں تھا۔ پھر وہ روحیں واپس ہو جاتی ہیں غمگین آواز سے روتی ہوئی کہ یا اللہ! ان کو اپنی رحمت سے ناامید کر جس طرح اس نے ہم کو ناامید کیا (یعنی محروم رکھا) دعا اور صدقہ سے۔

معلوم ہوا کہ مُردے ہمارے ایصال ثواب کے زیادہ متمنی اور آرزومند رہتے ہیں اور

دسواں، بیسواں اور چالیسواں جو لوگ کرتے ہیں ان کا مقصد ایصال ثواب ہی کرنا ہوتا ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے کہ وہ ہمیشہ اپنے مُردے کے نام خیرات وصدقات کر کے ایصال ثواب کرتے رہیں۔ آمین

ضروری تنبیہ

میت کے نام پر برادری کی روٹی لینا یعنی قوم کے طعنہ سے بچنے کیلئے جو میت کے تیجہ اور دسویں وغیرہ میں برادری کی عام دعوت کرتے ہیں وہ بالکل ناجائز ہے کیونکہ یہ نام ونمود کے لئے ہے اور موت میں نام ونمود کا وقت نہیں۔ یہ فقراء کا حق ہے لہٰذا فقراء کو بغرض ایصال ثواب فاتحہ کر کے کھلایا جائے اور یہ سب کے نزدیک جائز ہے۔ شامی جلد اوّل کتاب الجنائز میں ہے۔

وَ يُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ وَ لَا فِي الشُّرُوْرِ ٥

ترجمہ: یعنی میت والوں سے دعوت لینا مکروہ ہے کیونکہ یہ تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غم کے موقع پر۔

دعوت لینے کے وہی معنیٰ کہ برادری مجبور کرے روٹی دینی ہوگی۔ امراء کو ایسی دعوت سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ یہ فقراء کا حق ہے لہٰذا میت کی فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جائے۔

روحوں کا اپنے گھر آنا

دستور القضاۃ کی یہ عبارت " اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَأْتُوْنَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ وَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ سے یہ تو اچھی طرح واضح ہو ہی گیا کہ مُردوں کی روحیں ہر جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن اپنے گھر آتی ہیں۔ مگر اس کے علاوہ چند ایسے مواقع اور ہیں جن میں مُردوں کی روحیں اپنے گھر آتی ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب عید یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برأت ہوتی ہے تو مُردوں کی روحیں اپنے گھروں کے دروازے پر آ کر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہے کوئی جو ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی جو ہماری غربت کو یاد کرے۔

زیارت قبور کے آداب

قبرستان میں جا کر دنیوی گفتگو کرنے، قہقہہ لگانے اور لغویات وخرافات بکنے سے پرہیز کیا جائے۔ یہ عبرت گاہ ہے اس سے ہمیں اور سارے مسلمانوں کو عبرت ونصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ ایک دن ہمیں بھی مَرنا ہے اور مرکر اسی جگہ آنا ہے۔ اسطرح دل میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے برائیاں اس سے چھوٹ جاتی ہیں اور نیکی کی توفیق ہوتی ہے۔ قبور کی زیارت کا بہتر اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ پائینتی کی جانب سے جا کر میت کے سامنے چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہوں، سرہانے کی طرف سے نہ آئیں۔ جمیع اہل قبور کو یوں سلام کریں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ اَنْتُم سَلَفٌ وَ نَحْنُ لَکُمْ تَبْعٌ وَ اِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَا حِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَ لَکُمُ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَۃَ یَرْحَمُھُمُ اللّٰہُ الْمُتَقَدِّمِیْنَ مِنَّا وَ الْمُتَأخِرِیْنَ.

ترجمہ: سلام ہو تم پر اے قبور والے تم ہمارے اگلے ہو اور انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے اور تمہارے لئے عفو وعافیت کا اللہ سے سوال کرتے ہیں۔ اللہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے۔ آمین۔

قبرستان میں قل ہو اللہ شریف کی فضیلف

قبرستان میں جو شخص گیارہ مرتبہ سورہ قل ھو اللہ پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخش دیتا ہے تو قبرستان میں جس قدر مُردے اس دن ہوتے ہیں اتنی نیکیاں پڑھنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

جیسا کہ حماد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: میں ایک رات مکہ مکرمہ کے قبرستان میں گیا اور ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قبرستان والے گروہ کے گروہ ادھر سے آ جا رہے ہیں تو میں نے دریافت کیا کہ کیا قیامت قائم ہوگئی؟ تو لوگوں نے کہا نہیں، لیکن ہمارے زندہ بھائیوں میں سے ایک شخص نے قل ھو اللہ پڑھ کر اس کا ثواب

قبرستان والوں کو بخش دیا ہے تو ہم لوگ اسی ثواب کو ایک سال سے آپس میں بانٹ رہے ہیں۔(شرح الصدور صفحہ ۱۳)

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زندوں کا ایصال ثواب کس شان کے ساتھ قبرستان والوں کو پہونچتا ہے۔کاش مسلمان اس کی اہمیت سمجھتے اور قبرستان والوں کو تلاوت یا کھانے وغیرہ پر فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کرتے رہتے۔مگر مخالفین کی اس ستم ظریفی کا کہاں تک ماتم کیا جائے کہ سوئم، دسواں، چالیسواں کے ذریعہ جو کچھ ایصال ثواب کا سلسلہ مسلمانوں میں جاری تھا اس پر بھی حرام و بدعت کا فتویٰ لگا کر بند کیا جا رہا ہے۔کوئی نہیں جوان لوگوں سے پوچھے کہ آخر فاتحہ کو بند کرنے کا انجام اسکے سوا اور کیا ہوگا کہ لوگ جوان ذرائع کی بدولت کچھ نہ کچھ اموات کو ایصال ثواب کر دیا کرتے ہیں اور اپنے اسلاف کو یاد کر لیا کرتے ہیں وہ اس سے بھی کنارہ کش ہو جائیں گے۔نہ اموات کو کوئی ثواب پہونچا کرے گا نہ زندوں کو اپنے وفات پائے ہوئے اسلاف سے کوئی روحانی تعلق باقی رہ جائیگا۔اس لئے لِلّٰہ! ان لوگوں کو چاہئے کہ مسلمانوں پر رحم کریں اور فاتحہ وغیرہ نیک کاموں کے خلاف زبانی و قلمی زہر پھیلا کر مسلمانوں میں اختلاف اور سر پھٹول کا سامان بھی پیدا نہ کریں۔اور مسلمان زندوں اور مُردوں کے روحانی تعلقات پر کلہاڑی چلا کر ان کی محبت کے روحانی رشتوں کو منقطع نہ کریں بلکہ مسلمان جو دوسری بیشمار بدعات و خرافات کی لعنتوں میں گرفتار ہیں اور سینما تھیٹر، جوا، سٹہ بازی اور شادی بیاہ کی بری رسموں سے برباد اور زیر بار ہیں انکے خلاف زبانی و قلمی جہاد کر کے امت رسول کی صلاح و فلاح کا انتظام کریں۔

فاتحہ کرنے کا طریقہ

سب سے پہلے وضو کرے، بعدہٗ قبلہ رو بیٹھ کر جس چیز پر فاتحہ دینا ہو اس کو سامنے رکھ لیں۔سامنے رکھنا صرف مباح اور جائز ہے۔اگر وہ چیز ڈھکی ہو تو کھول لیں اور لوبان، اگربتی سلگائیں اور مستحب طریقہ پر فاتحہ دیں۔سب سے پہلے اوّل و آخر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر قرآن شریف کے چند رکوع تلاوت کرنے کے بعد سورۂ کافرون پڑھیں۔

سورۂ کافرون ایک بار: قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنٌ ۝

پھر قل ھو اللّٰہ تین بار: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

سورۂ فلق ایک بار: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

سورۂ ناس ایک بار: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

سورۂ فاتحہ ایک بار: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ط غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ آمِیْنَ

سورۂ بقر الم سے مُفْلِحُوْنَ تک ایک بار: الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ پھر آیت خمسہ ایک بار (۱) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (۲) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (۳) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (۴) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۵) سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

آیات مذکورہ پڑھنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر عرض کریں کہ، مالکا بندہ نوازا! میں

نے جو قرآن شریف اس وقت تلاوت کی ہے، اگر کھانا، شیرینی یا کپڑا وغیرہ ہو یا کوئی اور پاک حلال کمائی کی چیز ہو تو اس کا نام بھی لیں اور کہیں کہ یا اللہ جو قرآن پاک اس وقت میں نے پڑھا ہے، میرے اس پڑھنے اور کھانا یا شیرینی کا ثواب حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح انور کو نذر فرما کر آپ کی جملہ آل واولاد، ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ارواح پاک کو جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام، جملہ صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ارواح پاک کو نذر فرما کر جملہ بزرگان دین، ائمۂ مجتہدین، جمیع امت مصطفےٰ کی ارواح پاک کو پہونچا۔ اگر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہونچانا ہے یا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نذر کرنا ہے یا کسی بزرگ یا ولی کو پہونچانا ہے تو اسکے بعد یہ کہیں بالخصوص غوث اعظم یا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا جس بزرگ کے نام فاتحہ دینا ہو، انکا نام لے کر کہیں کہ انکی روح پاک کو، انکی آل واولاد اور انکے والدین اور انکے محبین و مخلصین اور مریدین کی ارواح پاک کو ثواب پہونچا کر جمیع مؤمنین و مؤمنات اور تمام مرحومین و مغفورین سب کی ارواح کو ثواب پہونچانا۔

اور بزرگ کے سوا کسی دوسرے کی فاتحہ دینا ہے تو انکے آخر میں اس آدمی کا نام، اسکے باپ کا نام لے کر یوں کہیں فلاں ابن فلاں کی روح کو ثواب عطا فرما کر حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اپنی رحمت کی بارش برسا اور اس کی مغفرت فرما کر اپنے جوار رحمت و کرم میں جگہ مرحمت فرما۔ آمین

طریقۂ ختم غوثیہ

پہلے دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ پھر نماز کے بعد ایک سو گیارہ مرتبہ یہ درود شریف پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَ الْکَرَمِ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ پھر ایک ہزار ایک گیارہ مرتبہ یہ پڑھے یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِرْ جِیْلَانِی شَیْـئًا لِلّٰہِ اس کے بعد ایک سو گیارہ بار پھر درود مذکور الصدر پڑھ کر حضور غوث اعظم رضی اللہ

عنہ کی فاتحہ شیرینی پر کر کے تقسیم کر دے۔ انشاء اللہ مقصد بر آئے گا۔

فاتحہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

ماہ رجب المرجب میں حضرت امام جعفر صادق ابن امام باقر رضی اللہ عنہما کی فاتحہ کا اہتمام نہایت ہی عمدگی و پاکیزگی سے لوگ کرتے ہیں، یہ جائز اور مستحب ہے۔ اس سے بڑی بڑی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ مگر اس زمانے میں جو یہ رسم بنا لی گئی ہے کہ وہیں پر کھائے اور اسی کپڑے میں ہاتھ پونچھے، یا فاتحہ کی چیز دوسری جگہ نہیں بھیجی جا سکتی یا جب تک لکڑ ہارے کا واقعہ نہ پڑھا جائے فاتحہ درست ہی نہیں۔ یہ تمام رسومات غلط اور روافض کی اختراع ہیں۔ فاتحہ کیلئے ۲۲ر رجب خاص کرنا بھی روافض کی ایجاد ہے حالانکہ آپ کا اصل وصال ۱۵ر رجب ہے۔ (فتاویٰ فقیہہ ملت حصہ دوم ص ۴۶۵)

امام جعفر صادق کی فاتحہ کے لئے وہی آیتیں تلاوت کی جائیں جو گذشتہ صفحات پر مرقوم ہیں۔ مگر اوّل و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف ضرور پڑھے۔ بعد تلاوت دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر یوں عرض کرے کہ مالکا ! پروردگارا ! میرے اس پڑھنے اور کھانے اور شیرینی کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح انور کو نذر فرما کر ان کی آل و اولاد، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی ارواح پاک کو جملہ انبیاء و مرسلین جملہ شہداء فخام، سلاسل اربعہ کے جملہ مشائخ عظام کی ارواح پاک کو بالخصوص حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح پاک، ان کی آل و اولاد اور ان کے والدین اور ان کے محبین و مخلصین اور مریدین کی ارواح پاک کو ثواب پہونچا کر جمیع مؤمنین و مؤمنات کی ارواح کو ثواب پہونچا۔ آمین

حقیقت عرس

عرس کے لغوی معنیٰ شادی کے ہیں اور مشائخ کبار کی اصطلاح میں اولیائے کاملین علمائے صالحین اور بزرگان دین کے یوم وصال کو عرس کہتے ہیں جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے۔ شافع روز محشر حبیب کبریا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مؤمنین صالحین جب اپنی قبروں سے نکیرین کے سوال کے جواب میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو فرشتے ان کی قبر میں جنتی کھڑکی کھول کر جنتی لباس میں ملبوس کر کے جنتی بچھونے پر لٹا کر یوں کہتے ہیں نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُ اِلَّا اَحَبَّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو سوائے اسکے پیارے اور محبّ کے کوئی دوسرا نہیں جگاتا۔ تو چونکہ اس دن نکیرین نے ان کو عروس کہا اور ان اللہ والوں کا یوم وصال ان کے لئے عروس یعنی دلہن بننے کا دن ہوتا ہے۔ اس لئے وہ دن یوم العروس یعنی شادی کا دن کہلاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ساقیٔ کوثر شافع روز محشر محبوب داور سرور کائنات فخر موجودات مدنی تاجدار، جان بہار انیس غمگسار جناب نبیٔ کریم ﷺ کے جمال جہاں آرا کے دیدار پُر انوار سے مشرف ہونے کا دن ہے، کیونکہ وہ تو سارے عالم کے دولہا ہیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مأۃ ماضیہ مؤید ملت طاہرہ رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی　　سب سے بالا و والا ہمارا نبی
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی　　دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی

یعنی سارے عالم کی بہار نو اسی مدنی دولہا کے دم قدم سے قائم و دائم ہے اور وصال محبوب کا دن بلا مبالغہ یوم عرس اور یوم شادی ہے۔ اسی لئے یہ دن بھی یوم عرس کہلاتا ہے۔ اسی مضمون کو سرکار آسی علیہ الرحمۃ والرضوان نے یوں بیان فرمایا ہے۔

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
آج کی رات ہے اس گل سے ملاقات کی رات

عرس پاک کی حقیقت اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنی، تلاوت قرآن، وظائف واذکار پڑھ کر اور صدقات وخیرات کر کے اُن کی ارواح پاک کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔

اصل عرس کا ثبوت

سب سے پہلے اصل عرس پاک کا ثبوت حدیث شریف کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

رَوَیٰ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَاتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَاءِ بِاُحُدٍ عَلیٰ رَأسِ کُلِّ حَوْلٍ.

ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء اُحد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔ (شامی باب زیارت القبور)

تفسیر کبیر اور تفسیر در منثور میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور ان کو سلام فرماتے تھے اور چاروں خلفاء بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اب بزرگان دین وسلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال ذیل مین ملاحظہ فرمایئے اور خود فیصلہ کیجئے۔

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

تعین روز عرس برائے آں است کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب و الا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح ونجات است۔

ترجمہ: عرس کا دن اسلیئے مقرر ہے کہ وہ انکی وفات کو یاد دلاتا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام کیا جاوے اچھا ہے اور فلاح و نجات کا ذریعہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان دوسری جگہ فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۴۵ میں فرماتے ہیں کہ:

دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند وختم کلام اللہ و فاتحہ بر شیرینی وطعام نمودہ تقسیم درمیان حاضراں کنند۔ ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر و خلفائے راشدین نہ بود اگر کسے ایں طور کنند باک نیست بلکہ فائدہ احیاء اموات را حاصل شود۔

ترجمہ: دوسرے یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن کریں اور شیرینی اور کھانے پر فاتحہ کر کے حاضرین مجلس میں تقسیم کریں۔ یہ قسم حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں مروج نہ تھی لیکن اگر کوئی کرے تو حرج نہیں بلکہ زندوں سے مُردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

لگے ہاتھ خاتم المفسرین حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ والرضوان کا ایک اور حقیقت افروز ارشاد ملاحظہ فرماتے ہوئے چلئے۔

بات اصل یہ ہے کہ حضرت العلام ہر سال اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کیا کرتے تھے۔ ان پر مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی نے یہ اعتراض کیا کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ سال بہ سال کرتے ہو۔ اس کا دنداں شکن جواب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو دیا وہ زبدۃ النصائح صفحہ ۴۲ میں مرقوم ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ایں طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ ہیچ کس فرض نمی داند۔ آرے زیارت قبور و تبرک بقبور صالحین وتلاوت قرآن ودعاء خیر و تقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء وتعین روز برائے آں است کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں باشد۔

ترجمہ: یعنی اس طعن کا سبب جس پر طعن کی جاتی ہے اس کی حالتوں سے ناواقف ہونا ہے۔ کیونکہ فرائض شرعیہ کے سوا کوئی شخص کسی بھی چیز کو فرض نہیں سمجھتا۔ البتہ زیارت قبور اور صالحین کی قبروں سے برکت حاصل ہونا، تلاوت قرآن اور دعاء خیر، شیرینی اور کھانا تقسیم کرنا امر مستحسن اور باتفاق علماء جائز ہے۔ اور دن کا تعین ان کے یوم وصال کی یاد دلانے کیلئے ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمۃ والرضوان جو ہر دو جماعت کے مسلم بزرگ ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں جواز عرس پر زور دیتے ہوئے خود اپنا عمل یوں تحریر فرمایا ہے کہ ''فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں۔ اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں گنجائش اور وسعت ہوتی ہے تو مولود شریف پڑھا جاتا ہے اور ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث کریمہ اور اقوال بزرگان دین سے جس طرح مسئلۂ اصل عرس کی تحقیق اور ثبوت اور زیارت قبور و ایصال ثواب اظہر من الشمس ہو گیا اسی طرح قبروں کی زیارت کیلئے دن اور تاریخ کا معین و مقرر کرنا بھی معلوم ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا ایک معین تاریخ پر شہدائے احد کے مزاروں کی زیارت کے واسطے تشریف لے جانا اور پھر بطریق تعین ہمیشہ اسی تاریخ پر جانا اور ان پر سلام پڑھنا اور ان کیلئے دعاء کرنا بعینہٖ عرس مشائخ کا طریقہ ہے۔ اور در حقیقت یہی عرس کی اصل بھی ہے جس کے جواز واستحسان پر خیر القرون سے آج تک تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور صفحہ ۱۵۴ پر مذکور ہے کہ حضور لامع النور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا'' میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا مگر اب زیارت کرو۔

سبحان اللہ! اس حدیث پاک سے زیارت قبور کا جواز روز روشن کی طرح آشکارا ہو گیا۔ اب زیارت قبور روزانہ ہو یا سال کے بعد، زیارت تنہا کی جائے یا جمع ہو کر۔ اس میں اپنی طرف سے یہ قید لگانا کہ مجمع کے ساتھ زیارت کرنا منع ہے، یا سال کے بعد دن مقرر کر کے زیارت کرنا منع ہے یہ بالکل عبث اور محض لغو ہے۔ معین کر کے ہو یا بغیر تعین بہر صورت جائز ہے۔

تعین ایام کی مزید تحقیق

اگر تعین یوم یا تعین وقت شرعاً جائز نہ ہوتا تو اس کا جواز بھی قرآن حکیم اور حدیث رسول کریم میں نہ ملتا، حالانکہ قرآن و حدیث میں تعین یوم کے سلسلے میں صریح تذکرہ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ ''وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ'' خدا کی رحمت کے ایام انہیں یاد دلاؤ یعنی ان دنوں کی عظمت بیان کرو جن میں قدرت کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ خداوند قدوس نے ان دنوں کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے جو اپنی خصوصیت اور عظمت کے اعتبار سے بہت اہمیت رکھتے ہیں اور ان دنوں کی یادگار قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسکے علاوہ سرور کائنات فخر

موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی معمولات کیلئے تعین ایام فرمایا ہے۔ ذیل میں ملاحظہ فرمایئے اور ایمان تازہ کیجئے۔

عَنْ اِبْنِ كَعَبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَقْرَؤْا سُوْرَةَ هُوْدٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (رواه البخاری)

ابن کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ ہود جمعہ کے دن پڑھا کرو۔ (بخاری شریف)

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من قرأ حٰمٓ الدخان فی ليلة الجمعة غفر لهٗ

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حٰمٓ الدخان جمعہ کی رات میں پڑھا وہ بخشا گیا۔

عن ابی سعيد عن النبی ﷺ قال من قرأ سورة الكهف فی يوم الجمعة اطال النور مابين الجمعتين. (بيهقی)

ابوسعید فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۂ کہف کو جمعہ کے دن پڑھا اس نے دونوں جمعوں کے درمیان نور کو دراز کرلیا۔ (بیہقی)

عن اوس ابن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خلق اٰدم و فيه قبض و فيه النفخة و فيه الصعقة فاكثروا علیّ من الصلوٰة فيه فان صلوٰتكم معروضة علیّ الخ.
(نسائی، ابن ماجہ)

حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی روز وفات پائی، اسی روز صور پھونکا جائیگا اور بجلیاں کوندیں گی، لہٰذا اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

عن ابی الدرداء قال رسول الله ﷺ اكثروا الصلوٰة علیّ يوم الجمعة.

ابو درداء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو۔ (ابن ماجہ)

احادیث مذکورہ سے مسئلہ واضح ہوگیا کہ جمعہ کی افضلیت سرور کائنات تاجدار مدینہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ پر مبنی فرمائی ہے کہ اس روز حضرت سیدنا آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی روز وفات پائی اور دوشنبہ کے روزے کا حکم اس لئے فرمایا گیا کہ اس روز خود حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس خاکدان گیتی پر جلوہ افروز ہوئے اور دوشنبہ سے ہی آپ پر نزول وحی بھی شروع ہوا۔

معلوم ہوا کہ بزرگان دین وسلف صالحین کی ولادت و وفات کے دن کی عظمت کا اظہار مسنون طریقہ ہے۔ اگر یہ طریقہ مقبوح ہوتا تو حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کے دن کی خصوصیت قائم رکھنے کیلئے ان دنوں کی افضلیت اور اولویت کا اس طرح اظہار نہ فرماتے کہ جمعہ کو سورۂ کہف اور سورۂ ہود اور حم الدخان کی تلاوت کرو، اس سے فلاں فلاں فوائد ہیں، یا اپنی پیدائش کے دن کی خصوصیت قائم رکھنے کیلئے خود روزہ نہ رکھتے اور نہ روزہ رکھنے کا حکم فرماتے۔ مگر آپ نے دوشنبہ کو روزہ بھی رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی فرمایا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوشنبہ کے دن روزہ رکھا کرو کیونکہ اس روز میں پیدا ہوا ہوں۔

احادیث کریمہ کے علاوہ اس قسم کے اقوال بزرگان دین بکثرت پائے جاتے ہیں جن سے تعین ایام کی تائید ہوتی ہے۔ مگر بخوف طوالت اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

تعین ایام کے جواز کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ اسلام کی روح رواں چیز تنظیم ہی ہے اور تنظیم کو قائم رکھنے کیلئے شارع علیہ السلام نے اعمال وافعال مذہبی کو ایام واوقات کے تعین کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ اسی طرح اہل اسلام اپنی تمام تقاریب میں دن اور وقت کے تعین کا اعلان کرتے ہیں تاکہ تمام عزیز واقارب اور متعلقین و متمسکین ان تقریبوں میں بیک وقت شریک ہوسکیں۔ ظاہر ہے کہ بغیر تعین ایام و بلا تعین وقت یہ مقصد ہرگز پورا نہیں ہوسکتا۔

تعین ایام عرس کے فوائد

ایّام عرس کے تعین سے کیا کیا فوائد ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) عرس کی تاریخ مقرر کرنے سے لوگوں کو اکٹھا ہونے میں سہولت اور آسانی ہوتی ہے اور لوگ ایک جگہ جمع ہو کر تلاوت قرآن، کلمۂ طیبہ کا ورد اور درود شریف وغیرہ بکثرت پڑھتے ہیں جو باعث حصول سعادت و برکات اور ذریعۂ نجات و مغفرت ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ ایک شیخ طریقت کے مریدین اور معتقدین اسی تاریخ میں اپنے پیر بھائیوں سے بلاتکلف ملتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور آپس میں محبت بھی بڑھتی ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ طالبان شیخ طریقت کو شیخ طریقت تلاش کرنے میں آسانی ہوتی ہے کیونکہ عرس میں مختلف جگہوں سے بزرگان دین تشریف لاتے ہیں ان میں سے جن سے دل بھرتا ہے یا جن سے زیادہ عقیدت ہوتی ہے ان سے بیعت کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرس پاک کے جواز واستحسان پر خیر القرون سے آج تک تمام اہلسنت کا اتفاق ہے۔

(۴) تعین تاریخ سے سب سے عظیم اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو چیز جس تاریخ میں ہوتی ہے وہ تاریخ اور وقت یاد آجاتا ہے۔ ورنہ سالہا سال گذر جاتے ہیں اور خیال بھی نہیں آتا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔ اس ضمن میں حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی تحقیق ہے جیسا کہ وہ اپنی کتاب " فیصلۂ ہفت مسئلہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "تعین تاریخ تو یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی وقت میں معمول ہو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور ضرور ہوتا رہتا ہے اور نہیں تو سالہا سال گذر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ اس قسم کی مصلحتیں ہیں اس امر میں، جن کی تفصیل بہت طویل ہے۔"

ایک اعتراض کا معقول جواب

عرس پاک کے بارے میں فی زمانا مخالفین عرس یہ کہتے ہیں کہ چونکہ عرسوں میں بہت

سی ایسی رسوم داخل ہوگئی ہیں جو شرعاً بالکل ناجائز ہیں مثلاً عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہوتا ہے، ناچ ورنگ اور قوالی وگانا ہوتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ طواف وسجدۂ قبر وغیرہ ہوتا ہے۔ اس لئے عرس کرنا قطعاً حرام ہے۔ مختصر مگر مدلل جواب یہ ہے کہ اگر کسی عرس میں واہیات و خرافات اور ناجائز باتیں ہوتی ہیں تو یہ ناجائز باتیں یقیناً حرام و ناجائز ہونگی اس کو کوئی مسلمان جائز نہیں کہہ سکتا۔ مگر نفس عرس جس کی حقیقت ہم نے اوپر بیان کی وہ بلاشک وشبہ جائز رہے گا۔ اب عرسوں میں فی زمانناجو کہیں کہیں خرافات ولغویات رائج ہوگئی ہیں ان کو سختی سے روکنا اور اس کی اصلاح کرنا ہر کلمہ گو مسلمان پر ضروری ہے مگر بجائے ان خرافات کو روکنے کے نفس عرس ہی کو حرام قرار دینا یہ کہاں کی دانشمندی ہے۔ اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ اگر ناک پر مکھی بیٹھ جائے تو مکھی کو بھگانے کے بجائے ناک ہی کا صفایا کر دیا جائے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

خداوند کریم جل شانہٗ ان منکرین و مانعین عرس کو فہم وبصیرت عطا فرمائے۔ عوارض کی حرمت کا نفس شئی پر کیا اثر پڑتا ہے۔ عوارض لاکھ حرام سہی مگر سوال تو یہاں نفس عرس کا ہے۔ منکرین عرس میں اگر صداقت ہے تو اس کی حرمت پر کوئی شرعی دلیل پیش کریں۔

کیا اگر کچھ لوگ اپنی شامت اعمال سے حج میں چوریاں، ناجائز تجارتیں اور حرم الٰہی کی بے ادبیاں کرنے لگیں تو اس کی وجہ سے حج ہی کو حرام قرار دے دیا جائیگا؟ یا اسکے اندر جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ ہرگز ان خرافات کی وجہ سے اصل حج سے کبھی بھی نہ روکا جائیگا۔

اسی طرح شادی بیاہ میں صدہا حرام رسمیں ایسی داخل ہوگئی ہیں کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت دگرگوں ہوتی جارہی ہے تو کیا ان حرام رسموں کی وجہ سے اصل شادی بھی حرام ہو جائے گی؟ یا شہر شہر، گاؤں گاؤں یہ اعلان کر دیا جائے گا کہ بھائیو! چونکہ شادی میں بہت سی ناجائز رسوم داخل ہوگئی ہیں لہٰذا آج سے شادی کرنا حرام۔ آپ خود فیصلہ کر کے بتایئے کہ ایسا کوئی کرسکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں، بلکہ کوشش یہ کی جائے گی کہ شادی میں جتنی ناجائز رسوم داخل ہوگئی ہیں انھیں ختم کر دیا جائے۔ بس اسی طرح اگر بعض عرسوں میں

غنڈے اوراوباش قسم کے لوگ ناجائز اور خرافات باتیں کرتے ہیں تو انہیں اس سے روکا جائے گا، مگر یہ واضح رہے کہ نفس عرس کو کبھی روکا نہیں جائے گا یا اس طرح کا فتویٰ کبھی نہیں دیا جائیگا کہ عرس ہی کرنا حرام وناجائز ہے کیونکہ مسنون یا جائز کام میں حرام چیزوں کے مل جانے سے اصل حلال کام حرام نہیں ہوجاتا بلکہ نفس حرام تو حرام ہے اور عین حلال ہمیشہ حلال۔

تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مقامات پر بدعقیدہ لوگوں کی جماعت نے اپنے ایجنٹ بٹھادیئے ہیں کہ وہ اس طرح کی حرکتیں کریں جن سے درگاہوں کو بدنام کیا جاسکے اور عقیدت مندوں کوورغلانے میں انہیں مدد مل سکے۔ لیکن یہ بزرگان دین اوراولیائے کاملین کی روشن کرامت ہی تو ہے کہ بدعقیدہ گستاخ جماعت نے لاکھ سازشیں کیں اور عرس پاک کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے کئے لیکن بجائے بند ہونے کے عقیدت مندوں کی حاضری میں اضافہ ہی ہوتا چلاجارہا ہے اور ہر طبقہ اور مسلک کے لوگ عقیدت مندانہ حاضری دیتے ہیں اور اکتساب فیض کرتے ہیں۔ آہ رے بدعقیدگی کا نشہ! کہ سمادھی پر پھول تو چڑھوادیتا ہے لیکن اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری کو شرک وبدعت کہتا ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

عید سے مراد اجتماع نہیں

سرورکائنات فخر موجودات جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْداً یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ اپنی جگہ بالکل صحیح بلکہ اصح ہے۔ مگر اس کو کیا کیجئے گا کہ

بے عشق محمد جو پڑھاتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

یہ بدعقیدگی کا بخار نہیں تو پھر کیا ہے کہ مذکورہ بالا حدیث پاک کو بطور دلیل پیش کرکے یہ کہنا کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ جس سے معلوم ہوا کہ قبر پر لوگوں کا اجتماع کرنا، میلہ لگانا بالکل منع ہے کیونکہ عید سے مراد اجتماع ہے اور عرس میں اجتماع

ہوتا ہے، میلہ لگتا ہے لہٰذا عرس پاک حرام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان خشک مغز ملاؤں کو سوال کرنے سے قبل اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے اگر عید سے مراد اجتماع یا قبر پر جمع ہونا ہوتا تو پھر مدینہ منورہ کی طرف اکناف عالم سے مسلمانوں کا اُمنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح جانا اور روضۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمع ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھنا سب سے پہلے منع ہوتا۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے، بلکہ روضۂ اقدس کے پاس سبھی جماعت کے لوگ نماز پنجگانہ کے بعد جمع ہوکر نہایت ہی اخلاص ومحبت اور الفت وعقیدت کے ساتھ باادب دست بستہ بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانۂ محبت نچھاور کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ عید سے مراد اجتماع یا قبر پر جمع ہونا نہیں ہے۔ بلکہ حدیث مذکور کا واضح اور روشن مطلب یہ ہے کہ عید کے دن چونکہ خوشیاں منائی جاتی ہیں، مکانات کی زینت وآراستگی ہوتی ہے اور کھیل کود بھی ہوتے ہیں تو سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ دیکھو ہماری قبر پر جب بھی حاضر ہونا خبردار! یہاں آکر شور نہ مچانا، کھیل کود نہ کرنا، کیونکہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اب آیئے اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں اوپر بیان کرچکا ہوں کہ موصوف مذکور ہر دو جماعت کے مسلم بزرگ ہیں، وہ اپنی کتاب فیصلۂ ہفت مسئلہ میں لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا سے متعلق کیا تحریر فرمارہے ہیں اور انہوں نے عید سے کیا مراد لیا ہے؟ فیصلۂ ہفت مسئلہ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔ ٹھنڈے دل سے پڑھئے اور غور فرمایئے، وہ لکھتے ہیں:

''صحیح معنیٰ یہ ہے کہ قبر پر میلہ لگانا اور خوشیاں اور زینت وآراستگی ودھوم دھام کا اہتمام کرنا یہ ممنوع ہے اور یہ معنیٰ قطعی نہیں کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع ہے۔ ورنہ روضۂ اقدس کی زیارت کے واسطے مدینۂ طیبہ قافلوں کا جانا بھی منع ہوتا۔ وھٰذا باطل''۔

پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر خواہ انفراداً ہو خواہ اجتماعاً دونوں طرح جائز ہے۔

زیارت قبور کیلئے سفر کا ثبوت

سفر کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً سفر کرنا حرام، سفر کرنا جائز، سفر کرنا سنت، سفر کرنا فرض، سفر کرنا واجب۔

سفر کا حکم اس کے مقصد کی طرح ہے۔ یعنی حرام کام کیلئے سفر کرنا حرام، جائز کام کیلئے جائز، سنت کیلئے سنت اور فرض کیلئے فرض۔ دیکھئے حج کرنا چونکہ فرض ہے لہٰذا اس کیلئے سفر بھی فرض ہے۔ تجارت کرنا سنت ہے اس لئے اس کام کیلئے سفر کرنا بھی سنت۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زیارت کیلئے سفر واجب ہے، کیونکہ روضۂ مصطفےٰ ﷺ کی زیارت واجب ہے۔ دوستوں کی ملاقات، شادی کی تقریب، ختنہ کی تقریب، اہل قرابت کے یہاں شرکت اور اطباء سے علاج کرانے کیلئے سفر جائز ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں خود جائز ہیں۔ چوری، ڈکیتی، زنا کاری، قمار بازی اور جوا حرام ہے۔ لہٰذا اس کیلئے سفر کرنا بھی حرام ہے۔ غرض کہ سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اس کے مقصد کا حکم دیکھنا چاہئے۔

عرس خاص زیارت قبر کا نام ہے۔ اور زیارت قبر سنت مصطفےٰ ﷺ اور سنت خلفائے راشدین اور طریقۂ بزرگان دین ہے۔ لہٰذا اس کیلئے سفر کرنا بھی سنت ہی ہوگا۔ قرآن مجید سے بہت سفر ثابت ہیں۔ ذیل میں چند آیات بینات مع ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔

وَ مَن یَّخۡرُجۡ مِنۡ بَیۡتِہٖ مُھَاجِراً اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ. (پ ۵ سورۂ نساء)	جو شخص اپنے گھر سے ہجرت کیلئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف نکل گیا پھر اس کی موت ہوگئی تو اس کا اجر عند اللہ ثابت ہوگیا۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے ہجرت کیلئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ:

اِذۡھَبُوۡا بِقَمِیۡصِیۡ ھٰذَا فَاَلۡقُوۡہُ عَلٰی وَجۡہِ اَبِیۡ یَاۡتِ بَصِیۡراً. (پ ۱۳ ع ۴ یوسف)	میرا یہ کرتا لے جاؤ اور میرے باپ کے چہرہ پر ڈال دو، ان کی آنکھیں درست ہو جائیں گی یعنی بصارت آجائیگی۔

اس آیت پاک سے علاج کیلئے سفر ثابت ہوا۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰی اِلَیْهِ. پھر جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہونچے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔

اس آیت پاک سے فرزند دلبند کی ملاقات کیلئے سفر ثابت ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ:

اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی. فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے

اس آیت پاک سے تبلیغ کیلئے سفر ثابت ہوا۔

اب تک تو آپ قرآن حکیم کی آیات طیبات ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اب آیئے اور حدیث مصطفیٰ ﷺ پڑھیے اور غور وفکر کیجیے کہ جس طرح قرآن مجید میں سفر کا ثبوت ہے اسی طرح حدیث پاک میں بھی ثبوت سفر موجود ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب العلم میں مذکور ہے کہ حضور جان نور شافع یوم النشور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ،، علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔ یعنی اگر حصول علم کیلئے چین کا سفر کرنا پڑے تو وہاں جا کر حاصل کرو۔

سرکار ﷺ نے دوسری جگہ فرمایا کہ ''مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ،، جو شخص طلب علم کیلئے نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی محافظت میں ہے۔

متذکرہ بالا احادیث سے طلب علم کیلئے سفر ثابت ہوا۔ قرآن اور حدیث سے جب اس قدر سفر ثابت ہوئے تو مزارات اولیاء اللہ کی زیارت کیلئے سفر کرنا کیونکر بدعت وناجائز ہوگا؟

یہ اولیاء اللہ طبیب روحانی ہیں اور ان کے فیوض وبرکات مختلف ہیں۔ ان اللہ والوں کا کیا کہنا۔ ظاہری زندگی میں ان کا چہرۂ زیبا اللہ کی یاد دلاتا ہے اور بعد وصال ان کے مزارات پر پہونچنے سے شان الٰہی نظر آتی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اولیاء اللہ بعد وفات بھی دنیا پر حکمرانی کرتے ہیں۔

بہر حال زیارت قبور کیلئے سفر کرنا مستحب ہے۔ جیسے آجکل خلیل اللہ علیہ السلام اور سید

بدوی علیہ الرحمہ کی زیارت کیلئے سفر کرنے کا رواج ہے۔ (شامی جلد اول)

اسی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

اِنِّیْ لَاَتَبَرَّکُ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَ اَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِہٖ فَاِذَا عَرَضَتْ لِیْ حَاجَۃٌ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَ سَئَلْتُ اللّٰہَ عِنْدَ قَبْرِہٖ فَتُقْضیٰ سَرِیْعاً.

(ردالمحتار ج ا ص ۳۸)

میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور انکی قبر پر آتا ہوں۔ اگر مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو دو رکعت نفل نماز پڑھتا ہوں اور انکی قبر کے پاس جا کر اللہ سے دعاء کرتا ہوں تو حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔

اس قول سے کئی مسائل ثابت ہوئے۔ (اول) مقابر اولیاء اللہ کی زیارت کیلئے سفر کرنا۔ کیونکہ امام شافعی رضی اللہ عنہ اپنے وطن مألوف فلسطین سے حضرت ابوحنیفہ کے مزار کی زیارت کیلئے تشریف لاتے تھے۔ (دوم) قبر سے برکت لینا، قبروں کے پاس جا کر دعاء کرنا۔ (سوم) صاحب قبر کو ذریعۂ حاجت روائی سمجھنا۔ ساتھ ہی ساتھ روضۂ رسول اللہ ﷺ کیلئے سفر کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو گھر کے لوگوں کی باتیں تھیں مگر اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ فضیلت تو جب ہے کہ غیر بھی شہادت دے۔ اب آیئے اور اس سلسلے میں رشید احمد گنگوہی کی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”زیارت بزرگاں کیلئے سفر کر کے جانا علماء اہل سنت میں مختلف ہے۔ بعض درست کہتے ہیں اور بعض ناجائز۔ دونوں اہل سنت کے علماء ہیں۔ مسئلہ مختلف ہے اس میں تکرار درست نہیں ہے، اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال۔ رشید احمد عفی عنہ“۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۵۶)

فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت بتا رہی ہے کہ اب کسی بھی مخالف فرقہ کو حق نہیں ہے کہ سفر عرس سے کسی کو روکے۔ کیونکہ مولوی رشید احمد صاحب لکھ رہے ہیں کہ اس میں تکرار درست نہیں ہے، یعنی تکرار کو منع فرما رہے ہیں، فیصلہ نہیں کر سکتے۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ سفر زیارت جائز ہو۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ سفر کی حلت و حرمت اس کے مقصد سے معلوم ہوتی ہے اور

اس سفر کا مقصد بھی زیارت قبر ہے اور یہ منع نہیں ہے کیونکہ زیارت قبر کی اجازت مطلقاً ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ كُنْتُ مَنَعْتُكُمْ مِنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَ تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ (ابن ماجہ) میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا (لیکن) اب اس کی زیارت کرو۔ اس لئے کہ وہ قبریں دنیا سے بے رغبت کرتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

تو پھر سفر کیوں حرام ہوگا؟ اور یہ بالکل مسلم ہے کہ دینی و دنیوی کاروبار کیلئے سفر کیا ہی جاتا ہے اور زیارت قبر بھی دینی کام ہے تو اس کیلئے سفر کیوں حرام ہوگا؟ جب زیارت قبر جائز تو اس کیلئے سفر بھی جائز۔ و هو المطلوب۔

سفر عرس پر ایک اعتراض اور اس کا تحقیقی جواب

کچھ لوگ سفر عرس کا انکار کرتے ہیں اور بطور سند اس حدیث کو پیش کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلیٰ ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ ،الْمَسْجِدِ الْحَرَام وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصیٰ وَ مَسْجِدِیْ هٰذَا.

یعنی تین مسجدوں کے سوا اور کسی طرف سفر نہ کیا جائے۔ مسجد بیت الحرام، مسجد بیت المقدس اور میری یہ مسجد یعنی مسجد نبوی۔

حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں اور زیارت قبور بھی ان تینوں کے سوا ہے لہٰذا اس کے لئے بھی سفر جائز نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ جناب من! آپ اس حدیث کا یہ مطلب کہاں سے لے آئے؟ اور اگر آپ کے نزدیک اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں تو پھر ہمیں بتلائیے کہ دیوبند، سہارنپور اور لکھنؤ سے چندہ وصول کرنے کے لئے کلکتہ، بمبئی، حیدرآباد اور میسور کا سفر کرنا اور دلّی و بھوپال سے تبلیغ کیلئے انگلینڈ اور دیگر ممالک کا سفر کرنا یہ کہاں سے جائز ہو گیا اور کس دلیل سے؟ اگر یہی مطلب آپ نے لیا تو گھر سے باہر شادی، بیاہ اور جلسوں میں جانا دوبھر ہو جائیگا۔

حدیث پاک کا صحیح اور واضح مطلب یہ ہے کہ ان تین مسجدوں میں نماز کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ اسلئے ان تین مساجد میں بہ نیت ثواب دور سے آنا فائدہ مند ہے، جائز ہے لیکن کسی اور مسجد کی طرف یہ سمجھ کر سفر کرنا کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے بالکل ناجائز اور لغو ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا تین مساجد کے علاوہ ہر جگہ کی مسجد میں ثواب برابر ہے۔ معلوم ہوا کہ سفر کرنا زیادتی ثواب کی نیت سے کسی مسجد کی طرف منع ہے۔

حدیث پاک کا اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو جتنے سفر قرآن سے ثابت ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا وہ سب حرام ہو نگے۔ آج حصول علم دین کیلئے، کسب معاش کیلئے تجارت کیلئے اور ہزار ہا قسم کے کاروبار کیلئے لوگ سفر کرتے ہیں وہ سب حرام ٹھہریں گے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''اشعۃ اللمعات''میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وبعضے از علماء گفتہ اند کہ سخن در مساجد است یعنی در مسجد دیگر جز ایں مساجد سفر جائز نہ باشد وامّا مواضع دیگر جز ایں مساجد خارج از مفہوم ایں کلام است۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہاں کلام مسجدوں کے بارے میں ہے یعنی ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر جائز نہیں مگر مسجد کے علاوہ اس کلام کے مفہوم سے خارج ہے۔

معلوم ہوا کہ بزرگان دین کی قبر کی زیارت کیلئے سفر کرنا منع یا ناجائز نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کیلئے سفر کرنا چاہے تو صرف تین مساجد یعنی مسجد الحرام، مسجد الاقصیٰ، اور مسجد بنوی کی طرف سفر کرے۔ کیونکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ تمام مسجدیں یکساں ہیں۔ اور اگر مسجد کے علاوہ کسی دوسری غرض سے مثلاً زیارت قبور کیلئے یا حصول علم دین کیلئے یا طلب معاش کیلئے یا تجارت کیلئے یا تبلیغ دین واسلام کیلئے سفر کرے تو بلا شبہ جائز ہے ورنہ زندگی گذارنی بہت ہی مشکل ہو جائیگی جیسا کہ اوپر بیان کر چکا ہوں۔

مزارات پر تعمیر قبہ

اولیائے کرام، مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبور پر قبوں کی تعمیر میں کچھ اختلاف تو ضرور ہے مگر صحیح اور مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ اگر غرض صحیح کیلئے ہو تو بلا شبہ جائز ہے اور درحقیقت یہ اختلاف کوئی اختلاف حقیقی ہے بھی نہیں ہاں نزاع لفظی ہے۔ مانعین ومجوزین ہر ایک جس کو یہ منع کرتے ہیں اس کو وہ بھی جائز نہیں کہتے اور جس کو یہ جائز کہتے ہیں اس کو وہ بھی منع نہیں کرتے۔ جن فقہاء نے منع فرمایا ہے اس جگہ منع فرمایا ہے جہاں شرعی مانع ہو مثلاً غیر کی ملک میں تعمیر ہو یا بہ نیت تفاخر ہو یا محض بے فائدہ ہو لیکن اگر یہ صورتیں نہ ہوں اور کوئی غرض صحیح ہو مثلاً زائرین کو آرام کیلئے یا عوام وجہال کی نگاہ میں صاحب مزار کی عظمت پیدا کرنے کیلئے یا کفار کی توہین سے بچانے کیلئے ہو تو اس وقت اس میں کسی کا اختلاف

نہیں چنانچہ روح البیان شریف جلد نمبر ۳ پارہ دس (۱۰) زیر آیت اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ میں مذکور ھے کہ فَبِنَاءُ الْقُبَّةِ عَلٰی قُبُوْرِ الْعُلَمَاءِ وَ الْاَوْلِیَاءِ وَ الصُّلَحَاءِ اَمْرٌ جَائِزٌ اِذَا کَانَ الْقَصْدُ بِذَالِکَ التَّعْظِیْمَ فِیْ اَعْیُنِ الْعَامَّةِ حَتّٰی لَا یَحْتَقِرُوْا صَاحِبَ الْقَبْرِ علماء، اولیاء اور صالحین کی قبروں پر قبہ بنانا جائز کام ہے جب کہ اس سے لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا مقصود ہوتا کہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں۔

حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی تصنیف لطیف ''کشف النور عن اصحاب القبور'' میں فرمایا ہے کہ ''علماء، اولیاء اور صلحاء کی قبور پر قبوں کی تعمیر جائز ہے جب کہ اس سے مقصود لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا ہوتا کہ لوگ صاحب مزار کی تحقیر نہ کریں۔

یہ تو فقہ کی عبارت ہوئی۔ علاوہ ازیں اسکا بیّن ثبوت سنت صحابہ سے بھی ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ احمد ابن علی مصری نے ''فصل الخطاب'' میں تشریح کی ہے کہ قبروں پر خیمہ گاڑنا حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے ثابت ہے، جیسا کہ ملک العلماء ابو بکر مسعود کاشانی قدس اللہ سرّہٗ نے بدائع میں فرمایا کہ ''مروی ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جب طائف میں وفات پائی تو محمد بن حنیفہ نے انکی نماز جنازہ پڑھی اور انکی قبر کو مسنم بنایا اور اس پر خیمہ نصب کیا''۔ (الحجۃ القاطعہ)

مذکورہ بالا حدیث اور فقہی عبارت سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ اولیاء علماء اور صلحاء کی قبور پر تعمیر قبہ جائز ہے۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ جائز ہو، کیونکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عام کچی قبروں کا عوام میں نہ ادب ہوتا ہے نہ احترام اور نہ زیادہ فاتحہ خوانی نہ کچھ اہتمام۔ بلکہ لوگ پیروں سے اس کو روندتے ہیں اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں اور غلاف وغیرہ پڑا ہوا پاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کی یہ کسی اللہ والے کی قبر ہے اور اس سے بچ کر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور حسب توفیق فاتحہ پڑھ کر ہی وہاں سے رخصت ہوتے ہیں۔

لمحۂ فکریہ

بعض احادیث میں قبروں پر عمارت بنانے کی ممانعت کا ذکر ہے۔ واضح رہے کہ ان

احادیث سے مراد وہ صورتیں ہیں جو ان یہود ونصاریٰ میں رائج تھیں۔ کہ وہ اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بناتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ''اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا'' اس حدیث شریف سے صاف واضح ہوگیا کہ یہود ونصاریٰ مستحق لعنت اس وجہ سے ہوئے کہ انہوں نے قبور انبیاء کو مسجد بنالیا تھا۔ تعمیر قبور کی ممانعت کی حدیثوں سے اسی صورت کو منع کرنا مقصود تھا۔ ورنہ مطلقاً تعمیر جیسا کہ مذکور ہوا خیر القرون میں بھی خیموں کی صورت میں رائج تھی، پھر اس کی ممانعت کیونکر ہوسکتی ہے؟

اسی طرح بعض احادیث میں جو ذکر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اونچی قبروں کو ڈھانے اور تصویر کو مٹانے کا حکم دیا تھا تو واضح رہے کہ ان قبروں سے مراد مؤمنین کی قبریں نہیں ہوسکتی ہیں بلکہ ان قبروں سے مشرکین یا یہود ونصاریٰ کی قبریں تھیں اور قبروں کو ڈھانے کے ساتھ ساتھ تصویروں کے مٹانے کا حکم اس پر زبردست قرینہ ہے۔ کیونکہ تصویروں کا رواج یہود ونصاریٰ ہی کی قبروں پر تھا۔ ورنہ ہر ذی عقل اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں جس قدر مؤمنین کی قبریں تھیں ظاہر ہے کہ وہ سب حضور پُر نور ﷺ کے علم واجازت ہی سے بنی تھیں، پھر ان کے ڈھانے اور مٹانے کا حکم چہ معنیٰ دارد؟

لہٰذا معلوم ہوا کہ ان قبروں سے مراد کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کی قبریں تھیں اور کفار ہی کی قبر کو کھودنا اور ڈھانا جائز بھی ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ نبیٔ اکرم نور مجسم ﷺ نے مشرکین کی قبروں کو کھود ڈالنے کا حکم فرمایا تو وہ کھود ڈالی گئیں۔ ورنہ کون نہیں جانتا ہے کہ مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا اور ڈھانا یقیناً مسلمان میت کی ایذا رسانی اور توہین ہے۔

مزارات پر غلاف وچادر ڈالنا

اولیاء اللہ کے مزارات پر انکی عظمت وشان کے اظہار کیلئے غلاف وچادر ڈالنا بالکل جائز ومستحب ہے اور جمہور فقہاء بھی اسے جائز ومستحب ہی لکھتے ہیں۔ اور درج ذیل حدیث

پاک سے استدلال کرتے ہیں، چنانچہ سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ "یَا اُمَّاہُ اِکْشِفِیْ لِیْ قَبْرَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم" اے اماجان! میری خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا پردہ ہٹا دیجیے۔

دوسری حدیث شریف میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ ایک عورت نے کہا کہ "یَا اُمَّاہُ اِکْشِفِیْ لِیْ قَبْرَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَکَشَفَتْ لَهَا فَبَکَتْ حَتّٰی مَاتَتْ" اے اماجان! میری خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا پردہ اٹھا دیجیے تو انہوں نے قبر کا پردہ ہٹا دیا اور وہ عورت روتے روتے مر گئی۔

کشف کے معنیٰ کسی چیز پر سے پردہ اٹھانے کے ہیں۔ حدیثوں میں اکشفیک الفظ وارد ہوا جس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کوئی پردہ یا غلاف پڑا ہوا تھا جس کو اٹھا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مزار پر انوار کی زیارت سے ان کو مشرف فرمایا۔ چنانچہ مشائخ عظام کا معمول ہے کہ بزرگان دین کے مزارات پر چادر یا غلاف ڈال دیا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو فقہاء نے بھی جائز لکھا ہے۔ جیسا کہ تفسیر روح البیان شریف میں اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ کے تحت مذکور ہے فَبِنَاءُ الْقُبَّاتِ عَلٰی قُبُوْرِ الْعُلَمَاءِ وَ الْاَوْلِیَاءِ وَ الصُّلَحَاءِ وَ وَضْعُ السُّتُوْرِ وَ الْعَمَائِمِ وَ الثِّیَابِ عَلٰی قُبُوْرِهِمْ اَمْرٌ جَائِزٌ اِنْ کَانَ الْقَصْدُ بِهِ التَّعْظِیْمُ فِیْ اَعْیُنِ الْعَامَّةِ حَتّٰی لَا یَحْتَقِرُوْا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ یعنی علماء، اولیاء اور صالحین کی قبروں پر عمارت بنانا اور ان پر غلاف و عمامہ اور کپڑے چڑھانا جائز کام ہیں جب کہ اس سے مقصود ہو کہ عوام کی نگاہ میں ان کی عزت ہو اور لوگ ان کو حقیر نہ جانیں۔

حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ والرضوان نے "کشف النور عن اصحاب القبور" میں فرمایا کہ وَضْعُ السُّتُوْرِ وَ الْعَمَائِمِ وَالثِّیَابِ عَلٰی قُبُوْرِ اَمْرٌ جَائِزٌ یعنی غلاف و پگڑیاں اور کپڑے اولیاء اللہ کی قبروں پر ڈالنا جائز کام ہیں۔

شامی جلد پنجم میں مذکور ہے (ترجمہ) یعنی فتاویٰ حجت میں ہے کہ قبروں پر غلاف و

پردے مکروہ ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ آجکل اگر اس سے عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود ہوتا کہ وہ صاحب قبر کی حقارت نہ کریں بلکہ غافلوں کو اس سے ادب اور خشوع حاصل ہو تو جائز ہے۔ کیونکہ عمل کا مدار نیت پر ہے۔

سبحان اللہ! بزرگان دین کے اقوال سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ جو جائز کام اولیاء اللہ کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے ہو وہ جائز ہے۔ اور چادر کی اصل یہ ہے کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک پر سبز ریشمی غلاف چڑھا ہوا ہے۔ مقام ابراہیم پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔ آخر ان سب پر غلاف کیوں چڑھا ہوا ہے؟ اس کا صرف ایک جواب یہ ہے کہ ان چیزوں کی عظمت کیلئے۔

بس آجکل اولیاء اللہ کی قبور پر بھی صرف عامۃ المسلمین کی نگاہ میں تعظیم کیلئے غلاف ڈالا جاتا ہے تاکہ عام زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عزت و عظمت ظاہر ہو۔ اس لئے فقہاء کرام نے اسکے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مزارات پر پھول پتی ڈالنا

اولیاء اللہ کے مزارات پر پھول پتی ڈالنا بے اصل اور بے بنیاد نہیں۔ بلکہ مخالفین کو سب سے پہلے یہ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ آخر اولیاء اللہ کے مزارات پر یا عامۃ المسلمین کی قبروں پر پھول پتی کیوں ڈالتے ہیں اور اس کا فلسفہ کیا ہے؟

دیکھئے! تر پھول میں چونکہ زندگی ہوتی ہے اور جب تک اس میں تری رہتی ہے پھول اس وقت تک اللہ کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے جن سے مردے کو آرام اور ثواب پہونچتا ہے۔ اور اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان کی قبر پر پھول ڈالنا جائز ہے۔ اور اس کی اصل وہ حدیث ہے کہ ایک بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو قبروں پر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ان قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔

ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِمَا صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمْ مَا لَمْ تَيْبَسَا.

پھر آپ نے کھجور کی تر شاخ لی اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا اور ہر قبر پر ایک ایک گاڑ دیا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہونگے تب تک ان کے عذاب میں کمی رہیگی۔

اسی حدیث پاک کے تحت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

تمسک کنند جماعت بایں حدیث در انداختن سبزہ وگل وریحاں برقبور۔

اس حدیث سے ایک جماعت قبروں پر سبزہ پھول اور خوشبو ڈالنے پر استدلال کرتی ہے۔

فتاویٰ غرائب اور کنز العباد میں مذکور ہے کہ:

وَضْعُ الْوَرْدِ وَالرِّيَاحِيْنِ عَلَى الْقُبُوْرِ حَسَنٌ لِاَنَّهٗ مَادَامَ رَطْبًا يُسَبِّحُ وَيَكُوْنُ لِلْمَيِّتِ اُنْسٌ بِتَسْبِيْحِهٖ.

گلاب اور خوشبودار پتوں کا قبروں پر ڈالنا اچھا ہے کیونکہ وہ جب تک تازہ رہیں گے تسبیح کریں گے اور میت کو ان کی تسبیح سے انس حاصل ہوگا۔

اسی طرح عالمگیری کتاب الکراہت میں لکھا ہے کہ وَضْعُ الْوَرْدِ وَالرِّيَاحِيْنِ عَلَى الْقُبُوْرِ حَسَنٌ یعنی قبروں پر پھول ڈالنا اور خوشبو رکھنا اچھا ہے۔

متذکرہ بالا حدیث اور اقوال فقہاء سے قبروں پر پھول ڈالنے کا استحباب معلوم ہوگیا یہی وجہ ہے کہ فی زماننا قبروں پر شاخیں اور پھول ڈالنے کا دستور باقی ہے۔

مزارات پر چراغاں کرنا

اگر اظہار عظمت کا خیال نہ ہو تو اولیاء اللہ کے مزارات پر چراغاں کرنا یقیناً بیکار اور

اسراف ہے۔ ہاں البتہ صاحب مزار کی عزت وعظمت کے اظہار کیلئے چراغاں کرنا بالکل جائز ہے۔ جیسا کہ علامہ عبدالغنی قدس سرہٗ العزیز نے اپنی گرانقدر تصنیف ''کشف النورعن اصحاب القبور'' میں فرمایا ہے کہ (ترجمہ) ''قندیلیں اور موم بتیاں جلانا اولیاء کی قبروں کے پاس تعظیم ومحبت کیلئے جائز ہے اس کو منع نہیں کرنا چاہئے''۔

اسی طرح تفسیر روح البیان شریف میں مذکور ہے کہ ''اولیاء وصالحین کی قبروں کے پاس قندیلیں اور موم بتیاں روشن کرنا جائز ہے کیونکہ اس کا مقصد صحیح ہے''

جن احادیث مبارکہ اور اقوال ائمہ میں قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت آئی ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ بے فائدہ ہو اور کسی غرض محمود کیلئے نہ ہو۔ کیونکہ یہ اسراف اور فضول خرچی ہے۔ اور اگر کسی فائدہ سے ہو تو یقیناً جائز ہے اور اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔ مثلاً مزار کے قریب مسجد ہو کہ مصلیوں کو آرام ملے، مقابر سرراہ ہوں کہ راستہ چلنے والوں کو بھی فائدہ پہونچے اور صاحب قبر کو بھی، کیونکہ مسلمان مقابر مسلمین کو دیکھ کر سلام کریں گے اور فاتحہ پڑھیں گے اور دعاء خیر کریں گے۔ قبرستان میں لوگ رات کے وقت بغرض فاتحہ ومراقبہ آتے ہیں اور قرآن شریف وغیرہ پڑھتے ہیں، یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ یہ کسی ولی اللہ کا مزار ہے تاکہ عوام باادب وہاں جائیں اور فاتحہ وغیرہ پڑھیں۔

اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنا

اولیاء کرام ومشائخ عظام مظہر عون الٰہی ہوتے ہیں اور عطیۂ خداوندی کے ذریعہ مصیبت زدوں اور پریشان حالوں کی پریشانیوں اور تکلیفوں کو دور فرماتے ہیں۔ غریبوں، لاچاروں اور محتاجوں کی غمگساری فرماتے ہوئے راحت وسکون عطا فرماتے ہیں اور اپنے فیوض وبرکات سے مالا مال فرماتے ہیں۔ خواہ وہ ظاہری زندگی میں ہوں یا بعد وصال قبر کی زندگی میں۔ بہرحال امداد واعانت فرماتے ہیں۔ ان خاصان خدا سے مدد طلب کرنا یقیناً جائز اور بزرگان دین کا معمول ہے۔ چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ:

لَافَرْقَ لَهُمْ فِي الْحَالَيْنِ وَلِذَا قِيْلَ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ لَايَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ۔

اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات و ممات) میں ذرہ برابر فرق نہیں، اسی لئے کہاجاتا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لیجاتے ہیں۔

اسی طرح حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ''تذکرۃ الموتی'' میں تحریر فرمایا:

اولیاء اللہ دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددی فرمایند و دشمناں راہلاک می نمایند۔

اولیاء کرام اپنے دوستوں اور معتقدوں کی دنیا اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

حضرت علامہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تفسیر فتح العزیز میں تحریر فرمایاہے کہ:

وگر التفات محض بجانب حق است و اورا یکے از مظاہر عون الٰہی دانستہ و بکار خانہ اسباب وحکمت او تعالیٰ دراں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود ودر شرع نیز جائز وروااست۔ وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اندو درحقیقت این نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر۔

غیر کو مدد الٰہی کا مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کے کارخانۂ حکمت و اسباب میں نظر کر کے غیر سے ظاہری مدد طلب کرے تو یہ عرفان سے دور نہیں اور شریعت میں بھی جائز وروا ہے۔ اور انبیاء واولیاء نے بھی غیر سے اس طرح کی مدد طلب کی ہے۔ اور درحقیقت یہ استعانت غیر کے ساتھ نہیں ہے بلکہ حضرت حق کے ساتھ ہے۔

خلاصہ یہ ہے مقبولان بارگاہ الٰہی سے مدد طلب کرنا اور انہیں بارگاہ حق میں حصول مراد کیلئے ذریعہ و وسیلہ بنانا بلاشبہ جائز ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمۃ والرضوان ''شمائم امدادیہ'' کے صفحہ ١٣٣ر پر

اپنے پیرو مرشد کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا   تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا   آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
"اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا"

مذکورہ بالا منقولات و روایات سے معلوم ہوا کہ خاصان خدا سے استمداد و استعانت بالکل جائز اور روا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اولیاء کرام و مشائخ عظام وصال کے بعد بھی اعانت و امداد کرتے ہیں۔ امداد طلب کرنے والے اولیاء اللہ کو خدا نہیں سمجھتے بلکہ ان کو خدا کا مقرب بندہ ہی سمجھ کر ان سے مانگتے ہیں۔ مگر بہت سے ایسے ضدی اور متعصب اشخاص ہیں جو کم پڑھے لکھے بھولے بھالے مسلمانوں کو یہ فریب دیتے ہیں کہ اولیاء اللہ ظاہری زندگی میں یقیناً مدد کرتے ہیں مگر وصال فرمانے کے بعد کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے وہ خود ہی لاچار، مجبور اور بے بس و محتاج ہیں، پھر دوسروں کی امداد کیا کر سکیں گے۔ اس طرح کی بیہودہ باتوں سے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

خدا جب دین لیتا ہے   تو عقلیں چھین لیتا ہے

ان عقل کے یتیموں کو کیا خبر کہ وصال کے بعد اولیاء اللہ کے روحانی تصرف میں بیشمار اضافہ ہو جایا کرتا ہے۔ یہی وجہ تو ہے کہ عارفان باللہ و اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم کو بارگاہ احدیت میں وسیلہ بنانا اور ان سے استمداد و توسل جائز اور سلف صالحین کا دستور و معمول رہا ہے۔

آج لے انکی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

خلاصۂ تحریر

(۱) اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت مسنون و طریقۂ سلف ہے۔

(۲) عرس کرنا اور اس میں شریک ہونا جائز ہے اس لئے کہ مقصود ایصال ثواب و تحصیل فیوض و برکات ہے۔

(۳) زیارت قبور کیلئے سفر کرنا، اچھے کاموں کیلئے تخصیص ایام وتعین اوقات اور دعاء کی قبولیت کیلئے اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضر ہونا جائز اور بہتر ہے۔

(۴) اہل اللہ کی قبروں پر غلاف اور چادر ڈالنا جائز ہے تا کہ عوام الناس کی نگاہ میں ان کی عقیدت ومحبت اور عزت وعظمت پیدا ہو۔

(۵) ہر مؤمن کی قبر پر پھولوں کا ڈالنا جائز ہے چاہے وہ ولی ہو یا غیر ولی۔ کیونکہ اس سے مُردے کو اُنس حاصل ہوتا ہے اور عذاب میں کمی ہوتی ہے۔

(۶) ارواح اولیاء اللہ کی تعظیم اور مسلمانوں کے فائدے کیلئے قبر کے قریب چراغ روشن کرنا درست ہے۔ ہاں عین قبر پر منع ہے۔

(۷) علماء واولیاء کے مزارات پر قبہ وگنبد کی تعمیر جائز ومباح ہے۔ تا کہ زائرین کو آرام نصیب ہو اور عوام کی نظر میں ان کی وقعت وعظمت پیدا ہو۔

(۸) خاصان خدا اور مقبولان بارگاہ ایزدی سے مدد طلب کرنا، ان کو وسیلہ بنانا اور ان کو پکارنا بعد وصال بھی بالکل جائز ہے۔

(۹) بزرگان دین کے مزارات سے فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں۔

(۱۰) فساد زمانہ کے لحاظ سے عورتوں کو قبروں اور مزارات پر جانا سخت منع ہے

(۱۱) جس عرس پاک میں خلاف شرع کام ہوتا ہو اس کی وجہ سے نفس عرس پاک ہی کو ناجائز نہ کہا جائے۔ بلکہ حسب طاقت وقدرت مسلمانوں کو ان خلاف شرع باتوں سے روکا جائے۔

(۱۲) قبر کا طواف ممنوع اور سجدۂ تعظیمی کسی کیلئے ہو حرام ہے۔ مگر تکریم قبور کو سجدہ سے تعبیر کرنا ہی غلط اور باطل ہے۔

انگوٹھے چومنے کا بیان

حضور سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے یا شہادت کی انگلیاں چوم کر دونوں آنکھوں سے لگانا جائز اور مستحب ہی نہیں بلکہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔

حضرت علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے تفسیر روح البیان میں، حضرت ملاّ معین کاشفی علیہ الرحمہ نے معراج النبوۃ میں، حضرت ملاّ علی قاری علیہ الرحمہ نے موضوعات کبیر میں فرمایا ہے کہ ''حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی حضور تاجدار مدینہ ﷺ جلوہ افروز تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنا تو دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا لئے۔ اذان سے فراغت کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کسی نے دیکھا ہے کہ آج میرے صدیق نے کیا کیا ہے؟ ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک فداک ابی واُمّی میرے باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں میں نے دیکھا ہے کہ حضرت بلال نے اذان میں جب آپ کا نام پاک لیا ہے تو حضرت صدیق اکبر نے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا لئے ہیں، تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِىْ اَنَا طَالِبُهٗ فِىْ صُفُوْفِ الْقِيٰمَةِ وَ قَائِدُهٗ اِلَى الْجَنَّةِ ط

جو اس طرح کرے گا جس طرح میرے خلیل نے کیا میں اس کا طالب ہوں گا قیامت کی صفوں میں۔ اور جنت کی طرف اس کا قائد ہوں گا۔

حضرت شیخ ابو طالب محمد بن علی مکی علیہ الرحمہ اپنی معرکۃ الآراء تصنیف لطیف ''قوت القلوب'' میں ابن عُیَینہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے محرم کی دسویں تاریخ کو مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اذان میں حضور کا نام سن کر) اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر پھیرا اور کہا قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. جب حضرت بلال اذان سے فارغ ہو گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر! جو شخص تمہاری طرح میرا نام سن کر انگوٹھے آنکھوں پر پھیرے اور جو تم نے کہا وہ کہے خدا تبارک وتعالیٰ اس کے تمام نئے و پُرانے، ظاہر و باطن گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ (یہاں گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہے)۔ (قوت القلوب)

حضرت علامہ امام شمس الدین سخاوی علیہ الرحمہ، حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر علیہ

الرحمہ کی کتاب ''موجبات الرحمہ وعزائم المغفرہ'' سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ یَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِ اللّٰہِ ثُمَّ قَبَّلَ اِبْھَامَیْہِ وَ یَجْعَلُھُمَا عَلٰی عَیْنَیْہِ لَمْ یَرْمُدْ اِبَدًا۔ (المقاصد الحسنہ)

جو شخص موذن سے اشھد انّ محمّد رسول اللّٰہ سن کر کھے مرحبا بحبیبی محمّد بن عبد اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں گی۔

حضرت امام سخاوی علیہ الرحمہ، امام محمد بن صالح کی تاریخ سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ ''عراق کے بہت مشائخ سے مروی ہوا ہے کہ جب انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیرے تو یہ درود شریف پڑھے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا حَبِیْبَ قَلْبِیْ یَا نُوْرَ بَصَرِیْ وَ یَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ انشاء اللہ کبھی آنکھیں نہ دکھیں گی اور یہ مجرب ہے اس کے بعد امام مذکور فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے یہ سنا ہے یہ مبارک عمل کرتا ہوں آج تک میری آنکھیں نہ دکھی ہیں اور نہ انشاء اللہ دکھیں گی۔ (المقاصد الحسنہ)

یہی امام سخاوی علیہ الرحمہ امام محمد بن صالح کی تاریخ سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا حضرت محمد مصری علیہ الرحمہ جو کاملین صالحین میں سے تھے فرماتے سنا:

مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ ﷺ اِذَا سَمِعَ ذِکْرَہٗ فِی الْاَذَانِ وَ جَمَعَ اَصْبَعَیْہِ الْمُسَبَّحَۃِ وَ الْاِبْھَامِ وَ قَبَّلَھُمَا وَ مَسَحَ بِھِمَا عَلٰی عَیْنَیْہِ لَمْ یَرْمُدْ اَبَدًا (المقاصد الحسنہ)

جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سن کر درود بھیجے اور کلمہ کی انگلیاں اور انگوٹھے ملا کر ان کا بوسہ دے اور آنکھوں پر پھیرے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ (المقاصد الحسنہ)

مذکورہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ باتیں اچھی طرح واضح ہو جاتی ہیں کہ اذان میں آقائے دو عالم حضور تاجدار مدینہ ﷺ کے نام پاک کے ذکر کے وقت انگوٹھے چومنا اور

آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام اور صدیق اکبر کی سنت ہے۔ فقہائے کرام، محدثین عظام اور مفسرین اسلام انگوٹھے چومنے کے استحباب پر متفق ہیں ہر زمانہ اور ہر ملک کے مسلمان اسکو مستحب جانتے رہے اور جانتے ہیں۔

نوٹ : اذان اور تکبیر کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص حضور ﷺ کا اسم شریف سنکر انگوٹھے چومے تو بھی کوئی حرج نہیں بلکہ نیت خیر سے ہو تو باعث ثواب ہے۔ سرکار کی تعظیم جسطرح بھی کی جائے ثواب ہی ثواب ہے بغیر کسی دلیل کے روکا نہیں جاسکتا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

معترضین اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انگوٹھے چومنے کے متعلق کتابوں میں جتنی روایتیں ہیں، وہ سب ضعیف ہیں علامہ ملاّ علی قاری علیہ الرحمہ نے "موضوعات کبیر" میں فرمایا ہے کہ اس سلسلے میں جتنی روایتیں ہیں ان میں کسی کا رفع صحیح نہیں۔ جواباً عرض ہے کہ علامہ ملاّ علی قاری نے مرفوع حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ احادیث موقوف صحیح ہیں چنانچہ علامہ ملاعلی قاری علیہ الرحمہ اسی موضوعات کبیر میں مذکورہ بالا نقل کی ہوئی عبارت کے بعد ہی فرماتے ہیں:

قُلْتُ اِذَا ثَبَتَ رَفْعُهُ اِلَى الصِّدِيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَيَكْفِىْ لِلْعَمَلِ بِهٖ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ ط

یعنی میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث کا رفع صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کیلئے کافی ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت۔

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث موقوف صحیح ہے۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول ہے۔ چنانچہ علامہ شامی ردالمحتار باب الاذان میں فرماتے ہیں "فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

ہاتھ پاؤں چومنے کے بیان میں

عَنْ ذِرَاعٍ وَ كَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَّوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ رِجْلِهٖ.

حضرت ذراع سے مروی ہے اور یہ وفد عبدالقیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کرنے لگے پس ہم حضور کے ہاتھ، پاؤں چومتے تھے۔

حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ''اشعۃ اللمعات'' جلد چہارم ص ۲۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اگر علماء اور بادشاہ (بادشاہ عادل) کے ہاتھ پاؤں کو انکے علم اور دین داری نیز دین کی تعظیم کی نیت سے چوم لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی دنیاوی غرض کے لالچ میں ایسا کرے تو یہ سخت مکروہ ہے''

معترضین حضرات کے لئے مذکور بالا حدیث اور شیخ محقق کی تصریح میں ہدایت کا بہت بڑا سامان ہے۔

درمختار جلد پنجم میں ہے وَ لَا بَأسَ بِتَقْبِيْلِ يَدِ الْعَالِمِ وَ السُّلْطَانِ الْعَادِلِ یعنی عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنے میں حرج نہیں۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحۃ ص ۵۴ پر فرماتے ہیں ''تعظیم دین دار کو کھڑا ہونا درست ہے، اور پاؤں چومنا بھی ایسے شخص کا درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ

تعظیم تبرکات اور ان کو چومنے کے بیان میں

تبرکات، بال، اور لباس کا چومنا جائز اور انکی تعظیم کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ شفا شریف میں مذکور ہے کہ جس منبر پر حضور ﷺ خطبہ فرماتے تھے اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہما اپنا ہاتھ لگا کر منھ پر رکھتے تھے، یعنی چومتے تھے۔

شرح ''بخاری لابن حجر'' پارہ ششم ص ۱۱۵ میں ہے کہ ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے۔ حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور ﷺ کا منبر، قبر انور چومنا کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

ابن ابی الصیف یمانی جو کہ مکہ کے علماء شافعیہ میں سے ہیں، منقول ہے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے اوراق، بزرگان دین کی قبروں کو چومنا جائز ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اِسۡتَنۡبَطَ بَعۡضُ الۡعَارِفِیۡنَ مِنۡ تَقۡبِیۡلِ الۡحَجَرِ الۡاَسۡوَدِ تَقۡبِیۡلُ قُبُوۡرِ الصَّالِحِیۡن۔

یعنی حجر اسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبروں کو چومنا ثابت کیا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث اور محدثین وعلماء کی عبارتوں سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ بزرگان دین کے ہاتھ پاؤں اور انکے لباس، نعلین، بال غرض کہ سارے تبرکات، اسی طرح کعبہ معظمہ، قرآن شریف، کتب احادیث کے اوراق کا چومنا جائز اور باعث برکت ہے، بلکہ بزرگان دین کے بال، لباس، اور تمام تبرکات کی تعظیم کرنا جائز ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس حضور ﷺ کا جبہ شریف تھا، مدینہ منورہ میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ وہ دھو کر اسکو پلاتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے لباس کا دھون عظمت والا اور شفا ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

حضور صدر الشریعہ کا بہار شریعت میں یہ فرمانا کہ ''قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ منع ہے۔'' عموم بلویٰ کی وجہ سے ہے۔

اب رہی بات کہ بوسۂ قبر میں جو عموم بلویٰ ہے وہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس

میں عموم بلویٰ سے فعل حرام کا صادر ہونا ہے کیونکہ اگر عوام کو بوسۂ قبر سے نہ روکا جائے تو کہیں وفور شوق میں بوسہ کے بجائے قبر پر پیشانی نہ رکھدیں۔اور قبر پر پیشانی رکھنا حرام ہے۔اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ خواص اگر عوام کی نگاہوں سے دور ہو تو قبر کا بوسہ اس کے لئے جائز ہے۔

تلقین میت یا اذان قبر کے بیان میں

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ قبر پر اذان دینا جائز اور مستحب بلکہ کار حسن ہے مُردے کو ایسے کلمات کی تعلیم دینا جن سے نکیرین کے سوالات میں آسانی ہو وہ تلقین کہلائیگی۔

علمائے کرام نے مختلف طریقوں سے تلقین کا حکم دیا ہے۔چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابوبکر بن محمد حداد یمنی علیہ الرحمہ فتاویٰ کی مشہور کتاب جوہرہ نیرہ جلد اول باب الجنائز میں لکھتے ہیں:

صُوْرَتُهٗ اَنْ يُّقَالَ يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَان اَوْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اُذْكُرْ دِيْنَكَ الَّذِىْ كُنْتَ عَلَيْهِ وَقَدْ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْناً وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا.

تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ مُردے سے کہا جائے اے فلاں ابن فلاں یا اے اللہ کے بندے اس دین کو یاد کر جس پر تو تھا۔تو تو بخوشی اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو نبی مان چکا ہے۔

بعض اجلۂ تابعین کا کہنا ہے کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہے يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَان قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پھر کہے قُلْ رَبِّىَ اللّٰهُ وَدِيْنِىَ الْاِسْلَامُ وَ نَبِيِّىْ مُحَمَّدٌ ﷺ یعنی اے فلاں ابن فلاں تو کہہ کہ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مقصود تلقین جس چیز سے بھی حاصل ہو وہ تلقین کہلائیگی۔اور مقصود نکیرین کے سوالات کی آسانی ہے۔اور وہ سوالات یہ ہیں :

(۱) مَنْ رَّبُّكَ — تیرا رب کون ہے؟

(۲) مَا دِيْنُكَ — تیرا دین کیا ہے؟

(۳) مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِىْ — تو اس مرد کے بارے میں

(۴) حَقِّ هٰذَا الرَّجُل دنیا میں کیا کہتا تھا؟

نکیرین کے سوالات کی آسانی کلمات اذان سے مکمل طور پر حاصل ہوتی ہے۔لہٰذا کلمات اذان بھی بلاشبہ تلقین کہلائیں گے۔کلمات اذان سے سوالات کی آسانی اس طور پر ہوتی ہے کہ جب مؤذن اذان کے شروع میں چار مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَر اور اخیر میں دو مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَر اور بیچ میں دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو مردے کو مَنْ رَّبُّكَ کا جواب یاد آجاتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔اور جب مؤذن دو مرتبہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوة کہتا ہے تو مَادِيْنُكَ کا جواب یاد آجاتا ہے کہ میرا دین وہ ہے جس میں نماز ایک اہم رکن ہے۔اور جب مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰه کہتا ہے تو مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُل کا جواب یاد آجاتا ہے کہ میں محمد ﷺ کو اللہ کا رسول جانتا ہوں۔

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ اذان قبر تلقین کا دوسرا نام ہے۔اور تلقین میت اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے۔

احادیث اور فقہاء کے اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ اذان کے سات فائدے ہیں۔ان میں سے ہم وہ فائدے عرض کئے دیتے ہیں جن سے قارئین کو خود معلوم ہو جائیگا کہ ان میں سے کون کون سے فائدے میت کو حاصل ہوں گے۔

پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ میت کو تلقین جوابات ہے۔دوسرے اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب الاذان میں ہے:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْن. جب نماز کیلئے اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے (وہاں تک) جہاں سے اذان نہ سنائی دے۔

جس طرح بوقت موت شیطان مرنے والے کو ورغلاتا ہے تاکہ ایمان چھین لے اسی طرح قبر میں بھی پہونچتا ہے اور بہکاتا ہے کہ تو مجھے خدا کہدے (تاکہ میت اس آخری امتحان میں فیل ہو جاوے) چنانچہ نوادر الاصول میں مذکور ہے:

اِنَّ الْمَيِّتَ اِذَا سُئِلَ مَنْ رَّبُّکَ يُرىٰ لَهُ الشَّيْطَانُ فَيُشِيْرُ اِلىٰ نَفْسِهٖ اِنِّىْ اَنَا رَبُّکَ فَلِهٰذَا اُوْرِدَ سُوَالَ التَّثَبُّتِ لَهٗ حِيْنَ سُئِلَ.

جب میت سے سوال ہوتا ہے تو اسکو شیطان دکھائی دیتا ہے اور وہ اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے میں تیرا رب ہوں، اور اسی لئے حضور ﷺ نے میت کے سوال کے وقت اس کے ثابت قدم رہنے کی دعاء کا حکم دیا۔

اب اذان کی برکت سے شیطان دفع ہو گیا، میت کو امان مل گئی اور بہکانے والا دور ہو گیا۔

پھر یہ کہ اذان دل کی وحشت دور کرتی ہے۔ جیسا کہ ابونعیم اور ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

نَزَلَ اٰدَمُ بِالْهِنْدِ وَاسْتَوْحَشَ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَنَادىٰ بِالْاَذَانِ.

حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے اور ان کو وحشت ہوئی تو حضرت جبرئیل آئے اور اذان دی۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۶۲ پر تحریر فرماتے ہیں (ترجمہ) ''مردہ بھی اس وقت عزیز و اقارب سے چھوٹ کر تیرہ و تاریک مکان میں اکیلا پہونچتا ہے، سخت وحشت ہوتی ہے اور وحشت میں حواس باختہ ہونے کی وجہ سے امتحان میں ناکامی کا خطرہ ہے۔ اذان سے دل میں اطمینان پیدا ہوگا، جوابات درست دے گا۔''

پھر یہ کہ اذان کی برکت سے غم دور ہوتا ہے اور دل میں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھکو حضور سرور کائنات ﷺ نے رنجیدہ دیکھا تو فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم کو رنجیدہ پاتا ہوں؟ تم کسی کو حکم دو کہ وہ تمہارے کان میں اذان کہے کیونکہ اذان غم کو دور کرنے والی ہے۔ اب مُردے کو اس وقت جو غم ہے اور اس کے دل پر جو صدمہ ہے یقیناً اذان کی برکت سے دور ہوگا اور دل میں خوشی حاصل ہوگی۔

پھر یہ کہ اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کی برکت سے عذاب قبر دور ہوتا ہے اور تنگی قبر سے نجات ملتی ہے۔ چنانچہ امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سعد ابن

معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کا واقعہ نقل کر کے روایت کی ہے:

سَبَّحَ النَّبِیُّ ﷺ ثُمَّ کَبَّرَ وَ کَبَّرَ النَّاسُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ سَبَّحْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی ھٰذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ قَبْرُہٗ حَتّٰی فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہ.

بعد دفن حضور علیہ ﷺ نے سبحان اللہ سبحان اللہ فرمایا پھر اللہ اکبر حضور نے بھی فرمایا اور دیگر حضرات نے بھی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی؟ ارشاد فرمایا اس صالح بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی (تسبیح و تکبیر کی برکت سے) اللہ نے قبر کو کشادہ فرمادیا۔

پھر یہ کہ اذان میں حضور علیہ ﷺ کا ذکر ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں "عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ" اور یہ امر مخفی نہیں ہے کہ میت کو اس وقت رحمت کی سخت ضرورت ہے۔ غرض کہ ہماری تھوڑی سی جنبش زبان سے اگر میت کو اتنے بڑے بڑے فائدے پہونچ جائیں تو کیا حرج ہے؟

مذکورہ بالا احادیث اور اقوال ائمۂ اسلام کی روشنی میں یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہوگیا کہ قبر پر اذان باعث رحمت و برکت اور باعث ثواب ہے۔ شامی باب سنن الوضوء میں ہے "اَلْاَصْلُ فِی الْاَشْیَاءِ الْاِبَاحَۃُ" تمام چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں۔ جس کو شریعت مطہرہ منع نہ کرے وہ مباح ہے اور جو مباح کام بہ نیت خیر یعنی اچھی نیت سے کیا جائے وہ مستحب ہے۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ"۔

وہ کام بھی مستحب ہے جسکو حضور علیہ ﷺ نے کبھی کیا اور کبھی نہ کیا۔ اور وہ کام بھی مستحب ہے جسکو گذشتہ مسلمان اچھا جانتے ہوں۔ چنانچہ شامی بحث دفن میں مذکور ہے "وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ" جسکو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ چونکہ اذان قبر شریعت میں منع نہیں ہے لہٰذا اذان قبر جائز

ہے۔اور چونکہ اس کو بہ نیت اخلاص مسلمان بھائی کے نفع کیلئے کیا جاتا ہےلہٰذا یہ مستحب ہے۔اور چونکہ مسلمان اس کو اچھا سمجھتے ہیں اس لئے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک بھی عمدہ اور بہتر ہے۔

میلاد شریف کا بیان

محفل میلاد شریف منعقد کرنا، ولادت پاک کی خوشی منانا، اس کے ذکر کے موقع پر خوشبو لگانا، گلاب چھڑکنا، شیرینی تقسیم کرنا، غرض کہ خوشی کا اظہار جس جائز طریقہ سے ہو وہ مستحب اور باعث برکت نیز رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔

ہر دور، ہر زمانہ اور ہر جگہ میں علماء واولیاء مشائخ اور عامۃ المسلمین میلاد شریف کو مستحب جان کر کراتے رہے اور کرتے ہیں۔ہر ملک میں یہ مجلس پاک نہایت اہتمام کے ساتھ منعقد کی جاتی ہے۔

اولیاء اللہ اور علماء امت نے اس کے بڑے بڑے فائدے بیان فرمائے ہیں۔اور حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔چنانچہ تفسیر روح البیان شریف میں آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے تحت علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَ مِنْ تَعْظِیْمِہٖ عَمَلُ الْمَوَالِدِ اِذَا لَمْ یَکُنْ فِیْہِ مُنْکَرٌ قَالَ الْاِمَامُ السُّیُوْطِیُّ یَسْتَحِبُّ لَنَا اِظْهَارُ الشُّکْرِ لِمَوْلِدِہٖ عَلَیْہِ السَّلَام.

میلاد شریف کرنا حضور کی تعظیم ہے جبکہ وہ بری باتوں سے خالی ہو۔ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے حضور ﷺ کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔

ابن حجر ہیتمی نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔اور میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعت حسنہ ہے۔علامہ سخاوی نے فرمایا ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ محفل میلاد منعقد کرتے رہے اور کرتے ہیں، طرح طرح کے صدقہ وخیرات کرتے ہیں، حضور ﷺ کی میلاد شریف پڑھنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں اور اس مجلس پاک کی برکتوں سے ان پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے

امن رہتا ہے اور اس میں مرادیں پوری ہونے کی خوشخبری ہے۔ حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے اس کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور ان کا رد کیا ہے جو اس کو بدعت سیئہ کہکر منع کرتے ہیں۔

بہر حال مسلمانان عالم اچھا جان کر میلاد شریف کی محفل منعقد کرتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء، فقہاء، محدثین، مفسرین اور صوفیاء نے اس کو اچھا جانا ہے۔ جیسے امام سیوطی، علامہ ابن حجر ہیتمی، امام سخاوی، ابن جوزی اور حافظ بن حجر وغیرہم۔ نیز میلاد شریف کی برکت سے سال بھر تک گھر میں امن کا ہونا، مراد پوری ہونا اور مقاصد کا بر آنا حاصل ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ میلاد شریف کے دینی اور دنیوی بہت سے فائدے بھی ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کے دل میں حضور ﷺ کے فضائل و مناقب سن کر حضور کی محبت بڑھتی ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور دیگر صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی محبت بڑھانے کیلئے درود شریف کی کثرت اور حضور ﷺ کے حالات زندگی کا مطالعہ ضروری ہے۔ پڑھے لکھے لوگ تو کتابوں میں حالات دیکھ سکتے ہیں مگر جو لوگ پڑھے لکھے نہیں ہیں وہ لوگ حضور ﷺ کے حالات طیبہ کس طرح معلوم کر سکتے ہیں؟ تو اس طرح ان لوگوں کو سننے اور سمجھنے کا بہترین موقع مل جاتا ہے۔ بالخصوص آج کے دور میں یہ مجلس پاک غیر مسلموں میں تبلیغ احکام کا عمدہ اور اچھا ذریعہ ہے کہ وہ بھی اس میں شریک ہوں اور حضور ﷺ کے حالات طیبہ سنیں، اسلام کی خوبیاں دیکھیں، خدا توفیق بخشے تو اسلام قبول کرلیں۔ پھر اس مجلس پاک کے ذریعہ مسلمانوں کو مسائل دینیہ سننے کا موقع ملتا ہے۔ محفل میلاد میں نظم اور نثر کے ذریعہ مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں زندگی گذارنے کے طریقے بتائے جاتے ہیں۔ اس مجلس پاک کے ذریعہ مسلمانوں کو حضور تاجدار مدینہ ﷺ کا نسب شریف، اولاد پاک، ازواج مطہرات اور ولادت پاک و پرورش کے حالات سنتے سنتے یاد ہو جاتے ہیں۔

مخالفین میلاد پاک کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ نے فیصلہ ہفت مسائل میں محفل میلاد شریف کو جائز اور باعث برکت فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ اس کے صفحہ ۸ پر فرماتے ہیں کہ...... ''مشرب فقیر کا یہ ہے کہ مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں''۔

پیر صاحب تو ذریعۂ برکات سمجھ کر خود ہر سال محفل میلاد منعقد کریں اور مریدین کا عقیدہ یہ ہو کہ محفل میلاد شریف کفر وشرک کی محفل ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ فتویٰ پیر صاحب پر لگے گا یا مریدین صاحبان پر؟ خدائے قدیر جلّ شانہٗ ایسے لوگوں کو راہ ہدایت عطا فرمائے۔

فقہاء کے نزدیک بغیر دلیل کراہت تنزیہی کا بھی ثبوت نہیں ہوسکتا۔ حرمت تو بہت بڑی شئی ہے۔ اور استحباب کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ مسلمان اس کو اچھا جانیں۔ تو جو کام شریعت میں منع نہیں ہے اور مسلمان اس کو نیت خیر سے کریں یا عام مسلمان اس کو اچھا جانتے ہوں وہ مستحب ہے۔ تو محفل میلاد شریف کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ شرعاً یہ منع نہیں ہے اور مسلمان اس کو کار ثواب سمجھتے ہیں اور اچھی نیت سے کرتے ہیں لٰہذا محفل میلاد پاک مستحب اور باعث برکت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر عطا فرمائے۔

قیام بوقت ذکر خیر الانام

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میلاد پاک کے وقت قیام کرنا جائز ومباح اور امر مستحسن ہے۔ ذکر میلاد شریف کے وقت اگر کوئی خوش بخت اور خوش نصیب مسلمان ہوش وحواس کی حالت میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ لے تو ایسے وقت میں قیام کرنا واجب اور ضروری ہے۔

حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی محفل میلاد پاک میں تشریف لاتے ہیں اور اللہ والے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ شاہ ابوالمعالی تحفۂ قادری میں لکھتے ہیں:

نقل است از شیخ ابوسعید قیلولی رحمۃ اللہ علیہ، گفت در مجلس حضرت محی الدین ابومحمد عبدالقادر رضی اللہ عنہ بارہا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و پیغمبران دیگر را مشاہدہ می دیدم۔ (صفحہ ۸۴،۸۵)

حضرت شیخ ابوسعید قیلولی علیہ الرحمہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابومحمد عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی مجلس پاک میں میں نے حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر پیغمبروں کا مشاہدہ کیا۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی مشہور کتاب شرح الصدور میں لکھتے ہیں:

وَاَمَّا مُشَاهَدَةُ حُضُورِهٖ ﷺ فَقَدْ اَخْبَرَنِی الثِّقَاتُ مِنْ اَهْلِ الصَّلَاحِ اَنَّهُمْ شَاهَدُوْهُ ﷺ مِرَاراً عِنْدَ قَرَاْةِ الْمَوْلِدِ الشَّرِیْفِ و عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْاٰن.

اور لیکن رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری کا مشاہدہ تو مجھے اہل صلاح سے ثقات نے خبر دی کہ میلاد پاک اور ختم قرآن کے وقت بارہا انہوں نے ﷺ کو دیکھا۔

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رسول خیر الانام علیہ الصلاۃ والسلام مجلس میلاد پاک میں کبھی کبھی تشریف لاتے ہیں اور اپنے چاہنے والوں کو اپنی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اگر کسی خوش نصیب کو حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے تو ایسے موقع پر قیام کرنا بہر حال واجب وضروری ہوگا۔

اب رہی بات میلاد و قیام کی تو اسے کوئی مسلمان فرض یا واجب نہیں سمجھتا۔ اور نہ کسی عالم دین نے اپنی کسی تصنیف و تالیف میں تحریر کیا کہ میلاد و قیام واجب ہے اور نہ اپنی تقریروں میں فرمایا، ہاں البتہ میلاد اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز، مباح اور امر مستحسن ضرور ہے۔ اور اس کے مستحب ہونے پر بیشمار دلائل و براہین بھی موجود ہیں۔ ان میں سے ہم یہاں بطور اختصار چند دلائل پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

جواہر البحار میں مذکور ہے۔

ترجمہ: حضور کے ذکر میلاد کے وقت قیام کو اماموں نے مستحسن قرار دیا ہے جو صاحبان روایت ورویت ہیں۔ تو خوشخبری ہو اس کیلئے جس کا مقصود تعظیم مصطفیٰ ﷺ ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ صاحبان روایت ورویت ائمہ کرام نے قیام کو مستحسن قرار دیا ہے اور آگے ملاحظہ فرمائیے۔

اقامۃ القیامہ میں تحریر ہے:

ترجمہ: قیام بوقت ذکر ولادت سید المرسلین ﷺ ایک ایسا امر ہے جس کے مستحب و مستحسن ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس کے کرنے والے کو پورا پورا ثواب ملے گا۔

حضرت علامہ سید دحلان سیرۃ النبی مصری میں لکھتے ہیں:

لوگوں میں یہ عادت جاری ہوگئی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی پیدائش کا ذکر سنتے ہیں تو تعظیم کیلئے قیام کرتے ہیں۔ اور یہ قیام مستحسن ہے کہ اس میں تعظیم نبی ﷺ ہے اور اس کو امت کے بہت سے ان علماء نے کیا ہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے۔ (صفحہ ۴۴، ۴۵)

حضرت علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ المولد الکبیر میں لکھتے ہیں:

اِجْتَمَعَتِ الْاَئِمَّةُ الْمُحَمَّدِيَّةُ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلٰى اِسْتِحْسَانِ الْقِيَامِ الْمَذْكُوْرِ.

اہل سنت و جماعت میں سے امت محمدیہ کا قیام مذکور کے مستحسن ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔

سبحان اللہ! قیام کے مستحسن ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اجماع کی مخالفت بد دین ہی کرسکتا ہے۔ کیونکہ اس کا اتباع کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرح واجب اور ضروری ہے۔ اور ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ میلاد و قیام اور صلاۃ وسلام سے متعلق وہی ہے جو عقیدہ ہمارے بزرگوں کا ہے۔ خدائے قدیر ہم سبھوں کو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

آیئے اور میلاد و قیام سے متعلق ایک ایسے بزرگ کا قول ملاحظہ فرمایئے جو مخالفین میلاد و قیام کے بھی مسلّم بزرگ اور پیر و مرشد ہیں۔ یعنی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی کتاب ''انوار سلطانیہ'' میں فرماتے ہیں:

میں خود مولود شریف پڑھواتا ہوں، ایک روز میرا حال یہ ہوا کہ بعد قیام سب بیٹھ گئے، مگر میں بیخبر کھڑا رہ گیا، بعد میں مجھے ہوش آیا تب بیٹھا۔ (صفحہ ۳۲۷)

سبحان اللہ! استغراق ومحویت کا یہ عالم کہ سب لوگ قیام کرکے بیٹھ گئے مگر حاجی صاحب علیہ الرحمہ کو خبر نہ ہوسکی اور کھڑے ہی رہ گئے۔ اگر قیام کرنا اور میلاد شریف پڑھنا یا پڑھوانا شرک و بدعت اور ناجائز ہوتا تو حاجی صاحب علیہ الرحمہ میلاد شریف کیوں پڑھواتے اور اس میں قیام کیوں کرتے؟

الحمد للہ! میلاد و قیام کے سلسلے میں ہمارے معمولات و مراسم وہی ہیں جو ہمارے بزرگوں کے رہے ہیں۔

غیر اللہ سے مدد مانگنے کا بیان

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ بالذات نفع ونقصان کا پہونچانے والا اور مدد کرنے والا صرف خدائے قدیر جَلَّ شانہٗ ہے۔ اور انبیاء اور اولیاء اس کی عطا کردہ قوت وطاقت سے دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی معرکۃ الآراء تصنیف لطیف ''تفسیر عزیزی'' میں لکھتے ہیں:

''بعض اولیاء کو بعد انتقال بھی دنیا میں تصرف کرنا ہوتا ہے۔ (دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں) وہ فیض دیتے ہیں وہ مشکلیں حل فرماتے ہیں۔''

حضرت شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں کہ اولیاء اللہ کو ظاہری وباطنی دونوں ہی صورتوں میں مکمل اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اور ہر دم و ہر لحہ اپنے فیوض و برکات سے لوگوں کو مستفیض اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری فرماتے رہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ''نادعلی'' کے بہت زیادہ فوائد بیان فرمائے ہیں، اور اس کو پڑھنے کی تاکید بھی کی ہے۔

نادعلی کیا ہے؟ ملاحظہ فرمایئے:

نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَّ غَمٍّ سَيَنْجَلِيْ بِوَلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ ۔

ترجمہ: حضرت علی کو پکارو جن سے مختلف کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے، تم انہیں پریشانیوں میں اپنا بہترین مددگار پاؤگے۔ آپ کی ولایت باکرامت سے ہر غم اور ہر پریشانی کافور ہوجاتی ہے۔ اے علی، اے علی، اے علی۔

سبحان اللہ! حضرت شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے لوگوں کو کتنا عمدہ ذہن وفکر عطا فرمایا کہ سیدنا شیر خدا مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چشم عنایت کی ایک جھلک سے مشکلات کافور اور زندگی میں تابنا کی پیدا ہوجاتی ہے۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ اگر غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہوتا تو حضرت شاہ صاحب قبلہ کیا اس کے پڑھنے کی اجازت دیتے؟ کیا اس کے فوائد بیان فرماتے؟ جی نہیں اور ہرگز نہیں۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ جو مخالفین کے بھی پیر و مرشد ہیں وہ لکھتے ہیں:

جہاز امت کا حق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں
تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

حاجی صاحب قبلہ فرمارہے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ ساری امت کی راحت و تکلیف، رحمت و زحمت، عزت و ذلت سب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جسے چاہو عزت دو جسے چاہو ذلت۔ کسی کو شکوہ و شکایت کی مجال نہیں۔ آپ ہی بگڑوں کو سنوار سکتے ہیں۔ آپ قاسم نعمت و دافع زحمت ہیں۔

جو لوگ غیر اللہ سے مدد مانگنے پر اعتراض کرتے ہیں اُنہیں کے بڑے مولانا صاحب یعنی مولوی اسماعیل دہلوی صاحب "صراط مستقیم" میں بزرگان دین کے اختیارات و تصرفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ کے صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے مطلق مأذون و مجاز ہوتے ہیں۔ (صفحہ ۱۱۴)

وہ لکھ رہے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نیک اور برگزیدہ بندے مطلق مأذون و مجاز ہوتے ہیں، خواہ جسم مادی میں ہوں یا جسم روحانی میں، دونوں حالتوں میں انہیں اختیارات و تصرفات حاصل ہیں، چاہے انہیں قریب سے پکارا جائے یا دور سے، ہر وقت فریاد رسی کیلئے وہ حاضر ہیں۔ صرف پکارنے کی دیر ہے، آن واحد میں مشکلیں حل اور مصیبتیں کافور ہوجاتی ہیں۔

مقام فکر ہے کہ جن اختیارات و تصرفات کو اپنے گھر کے بزرگوں کیلئے جائز و مباح لکھ رہے ہیں ان ہی کو غوث و خواجہ کیلئے ناجائز و شرک کیوں مان رہے ہیں؟

آیئے اور لگے ہاتھوں ایک عقیدہ اور ملاحظہ فرمایئے۔ مخالفین کے مسلم الثبوت بزرگ

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب امداد الفتاویٰ کتاب العقائد والکلام میں لکھتے ہیں:

جو استعانت واستمداد علم وقدرت مستقل (ذاتی) ہو وہ شرک ہے۔ اور جو اعتقاد علم و قدرت غیر مستقل (عطائی) ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے خواہ مستمد منہ حی ہو یا میت۔ (صفحہ ۹۹)

گویا وہ کہہ رہے ہیں کہ غیر اللہ سے استمداد واستعانت کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ علم وقدرت کو مستقل بالذات جان کر، دوسرا عطائی مان کر۔ پہلا کفر وشرک ہے، دوسرا مطلقاً جائز ہے خواہ یہ زندوں سے ہو یا مُردوں سے۔

الحمدللہ! اھل سنت وجماعت اسی علم وہبی اور عطائی کا قول مانتے ہیں اور ذاتی کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں۔ ہم سنیوں میں کوئی بھی غیر اللہ وغیرہ کیلئے علم وغیرہ کو مستقل وبالذات نہیں مانتا۔ لہٰذا تھانوی صاحب کا فتویٰ ہمارے عقیدے کے بالکل مطابق وموافق ہے۔

غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت

غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

خدائے قدیر جلّ شانہٗ کا ارشاد گرامی ہے:

یَـا اَیُّهَـا الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُـوْا اسْـتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوۃِ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ (پ۲ رکوع ۳)

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو۔ اور یہ بات سبھی لوگ جانتے ہیں کہ نماز اور صبر خدا نہیں بلکہ غیر خدا ہے۔

پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمَلٰئِکَةُ بَعْدَ ذَالِکَ ظَهِیْرٌ ٥

بیشک اللہ تعالیٰ انکا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا مددگار ہے اور صالح مؤمنین مددگار ہیں اور اسکے بعد فرشتے ان کے مددگار ہیں۔ سورۂ تحریم پ ۲۸ رکوع ۱۹

اس آیت میں تمام مؤمنین صالحین اور کل فرشتے کو نبی کریم ﷺ کا مددگار بتایا گیا ہے حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ بھی حضور ﷺ کا معاون ومددگار ہے۔

ایک جگہ اور دیکھئے خدائے ذوالجلال ارشاد فرمارہا ہے:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ الزَّکوٰۃَ وَ ھُمْ رَاکِعُوْنَ ۔

اے مسلمانو! تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔

آیت مذکورہ بالا سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ خدائے تبارک وتعالیٰ بھی مددگار ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مددگار ہیں اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں مگر خدائے تعالیٰ بالذات مددگار ہے اور خدائے تعالیٰ کے علاوہ جتنے (مددگار) ہیں وہ سب خدا کی عطا سے ہیں۔ اور ہم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ ناصر حقیقی اور اصل مددگار صرف خدائے قدیر جل شانہٗ کی ذات والاصفات ہے اور اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین اسکے فضل وعطا کے مظہر ہیں اور ہم ناصر حقیقی سمجھ کرنہیں بلکہ مظہر عون الٰہی سمجھ کران سے مدد مانگتے ہیں۔ اس سلسلے میں آیات قرآنیہ اور بھی ہیں مگر بخوف طوالت اسی پراکتفاء کرتا ہوں۔

اب آیئے اور حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

مشکوٰۃ شریف **باب السجود و فضلہ** میں حضرت ربیعہ صحابی رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

سَلْ فَقُلْتُ مُرَافَقَتَکَ فِیْ الْجَنَّۃِ قَالَ اَوْغَیْرَ ذَالِکَ فَقُلْتُ ھُوَ ذَاکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ۔

کچھ مانگ لو! میں نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپکی قربت مانگتا ہوں، فرمایا کہ اس کے علاوہ کچھ اور مانگ، میں نے کہا صرف یہی۔ فرمایا کہ اپنے نفس پر زیادہ نوافل سے میری مدد کر۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ربیعہ نے حضور سے جنت مانگی تو یہ نہ فرمایا کہ تم خدا تعالیٰ

کی بجائے مجھ سے جنت مانگی، تم مشرک ہو گئے بلکہ فرمایا کہ وہ تو منظور ہے کچھ اور بھی مانگو، یقیناً یہ غیر خدا سے مدد مانگنا ہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں ''اَعِنِّیْ'' اے ربیعہ تم بھی اس کام میں میری اتنی مدد کرو کہ زیادہ نوافل پڑھا کرو، یہ بھی غیر اللہ سے طلبِ مدد ہے۔

کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ط ہم تیری ہی عبادت کرت ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ لہٰذا! عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی خدا سے ہی خاص ہے، جب غیر خدا کی عبادت شرک ہے تو غیر خدا سے مدد مانگنا بھی شرک۔

جواباً ہم عرض کرتے ہیں کہ اس جگہ مدد سے مراد حقیقی مدد ہے یعنی حقیقی کارساز سمجھ کر تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ رہا اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا وہ صرف واسطۂ فیض الٰہی سمجھ کر ہے۔ اگر آپ کا مطلب یہ لیا جائے کہ کسی غیر خدا سے کسی قسم کی مدد مانگنا بھی شرک ہے تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا، نہ تو صحابۂ کرام اور نہ قرآن وحدیث کے ماننے والے اور نہ خود مخالفین۔ کیونکہ انسان اپنی پیدائش سے لیکر دفن قبر بلکہ قیامت تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔ دائی یا نرس کی مدد سے پیدا ہوئے، ماں اور باپ کی مدد سے پرورش پائی، استاذ کی مدد سے علم سیکھا، مالداروں کی مدد سے زندگی گذاری، ڈاکٹروں کی مدد سے صحت یاب ہوئے، اہل قرابت کی تلقین کی مدد سے ایمان سلامت لے گئے، پھر غسّال اور درزی کی مدد سے غسل ملا اور کفن پہنا، گورکن کی مدد سے قبر کھدی، مسلمانوں کی مدد سے زیر خاک دفن ہوئے، اہل قرابت کی مدد سے ایصال ثواب ہوا نیز قیامت تک ایصال ثواب کے محتاج ہیں۔ پھر ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کسی سے مدد نہیں مانگتے۔

خلاصۂ تحریر یہ ہوا کہ ناصر حقیقی تو صرف پروردگار عالم ہے اور انبیائے کرام واولیائے اسلام مظہر عون الٰہی ہیں اور اہل سنت کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ کوئی جاہل سے جاہل بھی کسی ولی کو نہ خدا سمجھتا ہے اور نہ خدا سمجھ کر اس سے کچھ مانگتا ہے۔

بدعت کا بیان

اصطلاح شرع میں بدعت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ پاک کے بعد پیدا ہوئی ہو۔ مرقات باب الاعتصام میں مذکور ہے:

اَلْبِدْعَةُ فِی الشَّرْعِ اِحْدَاثُ مَا لَمْ یَكُنْ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ.

بدعت شریعت میں ہر اس چیز کا پیدا کرنا ہے جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے زمانۂ پاک میں نہ ہو۔

علامہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ''اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ'' باب الاعتصام میں تحریر فرماتے ہیں ''ہر چہ پیدا شدہ بعد از پیغمبر علیہ السلام بدعت است''۔ یعنی جو کام پیغمبر علیہ السلام کے بعد پیدا ہوا وہ بدعت ہے۔

بدعت شرعی کی پہلی تقسیم

شرعی لحاظ سے بدعت کی دو قسمیں ہیں (۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیئہ

بدعت حسنہ: ہر وہ نیا کام ہے جو سرکار مدینہ ﷺ کی سُنت کے مطابق ہو۔

علامہ جزری نے نہایہ میں فرمایا ہے:

اَلْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ بِدْعَةُ هُدًى وَ بِدْعَةُ ضَلَالَةٍ ، فَمَا كَانَ فِیْ خِلَافِ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ وَ رَسُوْلُهٗ فَهُوَ فِیْ حَیِّزِ الذَّمِّ وَ مَا كَانَ وَاقِعًا تَحْتَ عُمُوْمِ مَا نَدَبَ اللّٰهُ وَ حَضَّ عَلَیْهِ اَوْ رَسُوْلُهٗ فَهُوَ فِیْ حَیِّزِ الْمَدْحِ.

بدعت دو قسم پر ہے۔ بدعت ھدیٰ، بدعت ضلالہ، پس جو کام اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالہ میں داخل ہے اور جو کام اس کے حکم کے تحت ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اچھا سمجھا اور اسکی رغبت دلائی یا اسکے رسول نے فرمایا تو وہ کام بدعت ھدیٰ ہے۔

بدعت سیئہ : ہر وہ نیا کام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کے خلاف ہو جیسا

کہ علامہ جزری کا مذکورہ بالا بیان ابھی گذرا۔

معلوم ہوا کہ کوئی عمل جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی کے بعد پیش آئے اس کی دوصورتیں ہوں گی یا تو وہ عمل قرآن وسُنت کے مطابق ہوگا یا خلاف، اگر مطابق ہوگا تو اسے بدعت حسنہ کہیں گے اور اگر خلاف ہوگا تو بدعت سیہ کہلائے گا۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ''اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ'' میں فرماتے ہیں۔

''آنچہ موافق اصول وقواعد سُنت است وقیاس کردہ شدہ است آن را بدعت حسنہ گویند وآنچہ مخالف آں باشد باعث ضلالت گویند''

ترجمہ: جو بدعت کہ اصول وقواعد اور سنت کے موافق ہو اور اس سے قیاس کی ہوئی ہو اسکو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور اسکے خلاف کو گمرہی یعنی بدعت ضلالہ۔

مشکوٰۃ شریف باب العلم میں مذکور ہے:

مَنْ سَنَّ فِی الاِسْلَامِ سُنَّۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ وَ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ.

جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں گے۔ اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں گے۔ اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کار خیر ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے اور بُرے کام کا نکالنا گناہ کا موجب ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حدیث میں حضور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو لفظ سنت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی سنت حسنہ اور سنت سیّہ۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت

میں نماز تراویح کو باقاعدہ رواج دیا اور جماعت مقرر فرما کر یہ فرمایا "نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ" یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

بدعت شری کی دوسری تقسیم

بدعت حسنہ وسیّہ میں سے ہر ایک کی تین تین قسمیں ہیں

(۱) بدعت حسنہ جائز (۲) بدعت حسنہ مستحب (۳) بدعت حسنہ واجب

بدعت حسنہ جائز: ہر وہ کام ہے جس کے کرنے پر نہ تو کوئی ثواب اور نہ عتاب۔ جیسے عُمدہ اور بہترین لباس زیب تن کرنا، عمدہ اور لذیذ پکوان پکانا وغیرہ وغیرہ۔

بدعت حسنہ مستحب: ہر وہ نیا کام ہے کہ جس کے کرنے پر ثواب ہو اور چھوڑنے پر کچھ نہیں۔ جیسے محفل میلاد شریف منعقد کرنا، نیاز و فاتحہ دینا، بزرگوں کا عرس کرنا، قبر پر اذان دینا، تیجہ، چہارم، دسواں، بیسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کرنا، شب برأت میں حلوہ پکانا، عاشورہ کے دن کھچڑا پکانا وغیرہ۔

بدعت حسنہ واجب: ہر وہ نیا کام ہے کہ جس سے شارع اسلام نے نہ روکا ہو لیکن اس کے چھوڑنے پر دین میں حرج عظیم واقع ہو۔ جیسے علم نحو، علم صرف کا سیکھنا، قرآن پاک میں اعراب لگانا، علم لغات کا جاننا، اصول فقہ کا جمع کرنا وغیرہ۔

بدعت سیہ مکروہ تنزیھی: ہر وہ نیا کام جس سے کوئی سنت غیر مؤکدہ چھوٹ جائے۔

بدعت سیہ مکروہ تحریمی: ہر وہ نیا کام ہے جس سے کوئی سنت مؤکدہ چھوٹ جائے۔

بدعت سیہ حرام: ہر وہ نیا کام ہے جس سے کوئی واجب چھوٹ جائے۔ یعنی واجب کو مٹانے والا کام ہو۔

عبارات مذکورہ سے بدعت کی تمام قسمیں بخوبی واضح ہوئیں اور یہ بات بھی اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ ہر بدعت حرام نہیں، بلکہ بعض بدعتیں کبھی ضروری بھی ہوتی ہیں جیسے علم فقہ و اصول فقہ یا قرآن کریم کا جمع کرنا یا قرآن کریم پر اعراب لگانا، یا آج کل قرآن کریم کا چھاپنا، دینی مدارس میں تعلیمی کورس بنانا وغیرہ۔

اسلام کی کوئی عبادت بدعت حسنہ سے خالی نہیں، فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

ایمان : مسلمان کے بچہ بچہ کو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے ایمان کی یہ دونوں قسمیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں۔ قرون ثلثہ میں اسکا پتہ نہیں۔

کلمہ : ہر مسلمان چھ کلمہ یاد کرتا ہے یہ چھ کلمے اور انکی ترتیب کہ یہ پہلا کلمہ ہے یہ دوسرا ہے اور انکے یہ نام ہیں سب بدعت ہیں جن کا قرون ثلثہ میں پتہ بھی نہ تھا۔

قرآن شریف : قرآن شریف کے تیس پارے بنانا، ان میں رکوع قائم کرنا، اس پر اعراب لگانا، اس کی سُنہری، روپہلی جلدیں تیار کرنا سب بدعت ہیں جن کا قرون ثلثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

حدیث : حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا، حدیث کی اسناد بیان کرنا، اسناد پر جرح کرنا، حدیث کی قسمیں بنانا، کہ یہ صحیح ہے یہ حسن ہے، یہ ضعیف یہ مدلس ان قسموں میں ترتیب دینا کہ اول نمبر صحیح ہے دوم نمبر حسن ہے سوم نمبر ضعیف ہے پھر انکے احکام مقرر کرنا کہ حلال و حرام چیزیں حدیث سے ثابت ہونگی اور فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوگی غرضیکہ سارا فن حدیث ایسی بدعت ہے جسکا قرون ثلثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

اصول حدیث : یہ فن بالکل بدعت ہے بلکہ اس کا تو نام بھی بدعت ہے اس کے سارے قاعدے، قانون بدعت ہیں۔

فقہ : اس پر آج کل دین کا مدار ہے مگر یہ بھی از اول تا آخر بدعت ہے جسکا قرون ثلثہ میں ذکر نہیں۔

اصول فقہ و علم کلام : یہ علوم بھی بالکل بدعت ہیں۔ انکے قواعد وضوابط سب بدعت ہیں۔

نماز: نماز میں زبان سے نیت کرنا بدعت، جسکا ثبوت قرون ثلثہ میں نہیں۔

تراویح : رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح با جماعت ادا کرنا بدعت ہے۔ خود امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "نعمت البدعة هٰذه" یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔

روزہ : روزہ افطار کرتے وقت زبان سے دعا کرنا اللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ اور سحری کے

وقت دعا مانگنا۔ اَللّٰھُمَّ بِالصَّوْمِ لَکَ غَداً نَوَیْتُ۔

زکوٰۃ : زکوٰۃ میں موجودہ سکۂ رائج الوقت ادا کرنا بدعت ہے۔ جسکا قرون ثلٰثہ میں یہ تصویر والے سکّے نہ تھے۔

حج : ریل گاڑیوں، لاریوں، موٹروں اور ہوائی جہاز کے ذریعہ حج کرنا، موٹروں میں عرفات شریف جانا بدعت ہے۔ اس زمانۂ پاک میں نہ یہ سواریاں تھیں اور نہ ان کے ذریعہ حج ہوتا تھا۔

طریقت : طریقت وتصوف کے تقریباً سارے مشاغل بدعت ہیں۔ مثلاً مراقبے، چلّے، پاس انفاس، تصور شیخ اور ذکر کے بہت سے اقسام اور طریقے سب بدعت ہیں جن کا قرون ثلٰثہ میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔

چار سلسلے : شریعت وطریقت دونوں کے چار سلسلے یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور اسی طرح قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی یہ سب سلسلے بالکل بدعت ہیں۔

اب معترضین حضرات بتائیں بدعت سے بچ کر وہ کدھر جائیں گے اور وہ دینی حیثیت سے زندہ بھی کس طرح رہ سکیں گے؟ جبکہ ایمان وکلمہ میں بدعات داخل ہیں اب وہ خود فیصلہ کریں کہ بدعت سے بچ کر دینی اور مذہبی حیثیت سے زندہ کیسے رہ سکیں گے؟

دنیاوی چیزیں : آج دنیا میں ایسی ایسی چیزیں ایجاد ہوگئی ہیں جنکا خیر القرون میں نام و نشان بھی نہ تھا اور جن کے بغیر اب دنیاوی زندگی مشکل ہے ہر شخص اسکے استعمال پر مجبور ہے۔ ریل، موٹر، ہوائی جہاز، سمندری جہاز، تانگہ، گھوڑا گاڑی پھر تار ٹیلیفون، ریڈیو، لاؤڈ اسپیکر اور کمپیوٹر، ٹی وی، وی ڈی او، سی ڈی وغیرہ یہ تمام چیزیں اور انکا استعمال بدعت ہے اور انھیں ہر طبقہ کے لوگ استعمال کرتے ہیں۔ ہر بدعت کو بدعت ضلالہ کہنے والے بغیر بدعات حسنہ کے دنیاوی زندگی گذار سکتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا سنت ہے

اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ امام اور مقتدی نماز میں اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف جلد اول میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلا تَقُوْمُ حَتّٰی تَرَوْنِیْ قَدْ خَرَجْتُ.

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو نہ کھڑے ہوں حتیٰ کہ مجھے نکلتے دیکھ لو۔

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر کے وقت نہ کھڑے ہوں بلکہ تکبیر بیٹھ کر سنا جائے اور حی علی الصلاۃ پر کھڑے ہوں۔ حضور تاجدار مدینہ ﷺ کے دور مقدس میں یہی طریقہ رائج تھا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین صف بنا کر بیٹھ جاتے اور حضور جان نور ﷺ اپنے حجرۂ پاک میں رونق افروز ہوتے۔ مکبر کھڑے ہو کر تکبیر شروع کرتا، جب حی علی الصلاۃ پر پہونچتا تو حضور ﷺ تشریف لاتے۔ معلوم ہوا کہ وقت اقامت امام کا مصلیٰ پر کھڑا رہنا اور نمازیوں کو کھڑے ہو کر صف درست کرنا سُنت رسول اور سُنت صحابہ کے خلاف ہے۔ اسی لئے جملہ فقہائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ابتدائے اقامت سے کھڑے نہ ہوں بلکہ حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح پہ کھڑے ہوں۔ چنانچہ شرح وقایہ میں آیا ہے:

یَقُوْمُ الْاِمَامُ وَالْقَوْمُ عِنْدَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ وَ یَشْرَعُ عِنْدَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃِ.

یعنی امام اور مقتدی حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں اور شروع قد قامت الصلوٰۃ سے کرے۔ (شرح وقایہ جلد اول)

ردالمحتار میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

وَ یُکْرَہُ الْاِنْتِظَارُ قَائماً وَ لٰکِنْ یَقْعُدُ ثُمَّ یَقُوْمُ اِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِنُ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ.

یعنی کھڑا ہو کر اقامت کے وقت انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے پھر جب مکبر حی علی الفلاح پر پہونچے اسوقت کھڑا ہو۔

عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ اقامت کے وقت مقتدیوں کا کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بیٹھ جائیں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہونچے اس وقت کھڑے ہوں۔

مجمع الانہر میں مذکور ہے:

وَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِی الْاِقَامَةِ حَیَّ عَلَی الصَّلَاةِ قَامَ الْاِمَامُ وَ الْجَمَاعَةُ عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلٰثَةِ.

اور جب مؤذن اقامت میں حی علی الصلوٰۃ کہے (اس وقت) امام اور مقتدی سبھی کھڑے ہو جائیں۔ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی مسلک ہے۔

جب خود امام اعظم اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرمارہے ہیں تو ان کے ماننے والے کو چوں وچرا نہیں کرنا چاہئے۔ عام لوگوں میں خلاف سُنت یہ رواج پڑ گیا ہے کہ اقامت شروع ہونے سے پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنی جہالت سے بیٹھنے والے پر ملامت کرتے ہیں اور سنت رسول اور سنت صحابہ کو اپنی ناواقفیت کی وجہ سے نئی بات سمجھتے ہیں۔ لہٰذا آپ ایسے لوگوں کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں اور اقامت بیٹھ کر سنیں کہ اقامت بیٹھ کر سننا سنت رسول اور سنت صحابہ ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک بھی یہی ہے۔

نوٹ: یہاں ایک سوال سطح ذہن پر ابھرتا ہے کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہو یا حی علی الفلاح پر۔ تو حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے دونوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ حی علی الصلوٰۃ پر اُٹھنا شروع کرے اور حی علی الفلاح پر سیدھا کھڑا ہو جائے۔

شب میلاد شب قدر سے افضل

شب میلاد مبارک شب قدر سے افضل ہے۔ اس لئے کہ میلاد کی رات خود حضور کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر حضور کو عطا کی گئی۔ چنانچہ حضرت علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ...... "شب ولادت کے شب قدر سے افضل ہونے کی تین وجہیں ہیں"۔

(اول) یہ کہ شب ولادت آپ کی ذاتِ گرامی کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر آپ کو عطا کی گئی۔ اس لئے شب ولادت شب قدر سے افضل ہے۔

(دوم) یہ کہ شب قدر ملائکہ کے نزول کی وجہ سے افضل ہے اور شب ولادت آپ کے ظہور کی وجہ سے اشرف ہے۔ لہٰذا شب ولادت شب قدر سے افضل ہوئی۔

(سوم) یہ کہ شب قدر میں صرف امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر فضل واقع ہوا ہے اور

شب ولادت میں تمام موجودات پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل عظیم ہوا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے "وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ٥" لہٰذا آپ کی وجہ سے تمام مخلوقات پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل اور اس کی نعمتیں عام ہوئی ہیں۔ اسی لئے شب ولادت کا نفع شب قدر سے زیادہ ہے۔

جلسے اور جلوس

ربیع الاول شریف ہم مسلمانوں کیلئے ایک عظیم خوشی کی تاریخ ہے۔ بلکہ ہم سبھوں کیلئے یہ عید کا دن ہے۔ لہٰذا اپنے آقا و مولیٰ حضور تاجدار مدینہ ﷺ کی آمد آمد کی خوشی میں اس روز اپنی مسجدوں کو سجائیں، گلی کوچوں اور بازاروں میں جھنڈیاں لگائیں، اسٹیج بچھائیں، اپنے اپنے گھروں اور محلوں میں چراغاں کریں، جلوس نکالیں، میلاد شریف کی محفلیں منعقد کر کے اپنے آقا کی شان میں نعتیں پڑھیں اور سنیں، علماء اور خطباء سے حضور ﷺ کی سیرت وصورت اور مناقب وفضائل پر تقاریر سماعت فرمائیں۔ یہ تمام چیزیں بدعت و ناجائز نہیں، بلکہ عمدہ ، بہتر اور امر مستحسن ہیں۔

محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ مدارج النبوۃ جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: "شب میلاد شریف میں تمام ملک وملکوت میں خدائی ندا دی گئی کہ قدسی انوار سے سارے عالم کو منور کردو، زمین و آسمان کے سارے فرشتے مسرت وخوشی منائیں، بہشت کے خازن کو حکم ہوا کہ وہ فردوس اعلیٰ کو کھول دے اور اس کی خوشبوؤں سے سارے عالم کو معطر کردے۔ اس رات کوئی گھر ایسا نہ رہا جو منور وروشن نہ ہو گیا ہو"۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی کے اس ارشاد سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ سرور کونین ﷺ کی آمد آمد پر خود خداوند کریم جل شانہ نے سارے جہاں میں چراغاں فرمایا۔ اور زمین و آسمان کے تمام فرشتوں نے مسرت وابتہاج اور فرح وسرور کا مظاہرہ فرمایا اور جنتوں کو سجایا اور ان کی خوشبوؤں سے تمام دنیا کو مہکایا گیا۔ آسمانی ستاروں نے جھک کر حضور ﷺ کا

استقبال کیا اور اس عظیم الشان جشن عید میلاد النبی ﷺ میں جھنڈے بھی گاڑ دیئے اور فرشتوں نے صلوٰۃ وسلام کے نغمات سے حضور ﷺ کے جشن میلاد کو منایا۔

پس آج ہمارا جشن عید میلاد النبی منانا، چراغاں کرنا، جھنڈیوں سے بازاروں کو سجانا، مسجدوں کو آراستہ اور مزین کرنا اور آسمان کے ستاروں کی مانند اکٹھا ہو کر بارگاہ رسالت میں عقیدت و محبت کے پھول پیش کرنا کوئی نئی بات یا بدعت نہیں بلکہ سنت الٰہیہ کی پیروی اور اتباع ہے۔

گیارہویں شریف

حضور غوث اعظم کے ماننے والے ماہ ربیع الآخر کی ہر گیارہ تاریخ کو آپکا ختم دلاتے ہیں، نعت خوانی اور وعظ و تقریر کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں، کہیں شیرینی اور کہیں کچھ کھانا پکا کر حاضرین میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ یہ ختم جو گیارہویں شریف کے نام سے عوام میں مشہور ہے دراصل حضور ﷺ کا ختم شریف ہے۔ حضرت علامہ امام یافعی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب ''قرۃ الناظرہ'' میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سرکار غوث اعظم رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے حضور تاجدار مدینہ ﷺ کا فاتحہ دلایا وہ فاتحہ اس قدر مقبول خاص و عام ہوا کہ آپ نے ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو یہ فاتحہ مقرر کر دی۔ آہستہ آہستہ یہ عمل آپکی طرف منسوب ہو گیا۔ گیارہویں غوث پاک کی، یعنی وہ گیارہویں جو سرکار غوث اعظم کیا کرتے تھے اسی مناسبت سے اب آپ کا عرس بھی گیارہ تاریخ کو ہی ہوتا ہے۔ حالانکہ آپکی تاریخ وصال سترہ ربیع الآخر ہے۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''ماثبت بالسنہ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

قَدِ اشْتَهَرَ فِیْ دِیَارِنَا هٰذَا الْیَوْمُ الْحَادِیْ عَشَرَ وَ هُوَ الْمُتَعَارَفُ عِنْدَ مَشَائِخِنَا.

گیارہویں شریف ہمارے ملک میں مشہور ہے اور یہی ہمارے مشائخ کا معمول ہے۔

گیارہویں شریف ایصال ثواب کا ایک بہترین طریقہ ہے اور ایصال ثواب پر علمائے سلف وخلف کا اجماع چلا آرہا ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے وہ قرآن وسنت سے کئی دلیل پیش کرتے ہیں۔

کچھ لوگ گیارہویں شریف کے ختم کو بدعت کہہ کر عوام الناس کے دل میں اس اچھے طریقے سے نفرت پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا مشغلہ ہی کچھ اس قسم کا ہے کہ ہر نیک کام کو بدعت اور شرک کی آڑ میں حرام وناجائز کہہ دیا جائے حالانکہ وہ لوگ بدعت اور شرک کی تعریف سے بھی واقف نہیں۔

بدعت کی تعریف پیچھے گذر گئی ہے کہ ہر وہ عمل جو حضور جان نور ﷺ کی ظاہری زندگی کے بعد پیش آئے اسکی دو صورتیں ہونگی، یا تو وہ قرآن وسنت کے مطابق ہوگا یا خلاف اگر مطابق ہوگا تو اسے بدعت حسنہ اور اگر خلاف ہوگا بدعت سیّٔہ کہلائیگا۔

اب ذرا غور کیجئے کہ ختم گیارہویں شریف میں وہ کون سی چیز ہے جو قرآن وسنت کے خلاف ہے اور کس چیز کو بُرا کہا جائے؟۔ محفل نعت خوانی منعقد ہوتی ہے، نعتیہ مشاعرے کی بزم سجائی جاتی ہے، حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان کئے جاتے ہیں، علمائے اہلسنت مسائل شرعیہ پر روشنی ڈالتے ہیں اسکے بعد ختم شریف پڑھ کر اسکا ثواب انبیاء واولیاء نیز سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ارواح طیبات کو پہونچا دیا جاتا ہے اور طعام وشیرینی وغیرہ حاضرین میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ یہ سب چیزیں جب الگ الگ بلاشک وشبہ جائز ہیں تو ان کا مجموعہ کیوں حرام ہو جائے گا؟۔

شب معراج کی فضیلت

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَ شَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ اَوْ کَمَا قَالَ.

یعنی اے اللہ! رجب اور شعبان ہمارے لئے برکت والا بنادے اور ہم کو رمضان میں پہونچا۔

سرکار ابد قرار سید ابرار واخیار احمد مختار ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ رجب عظمت والا

مہینہ ہے اس میں نیکیوں کا ثواب بڑھادیا جاتا ہے اس مہینہ کا ایک روزہ ایک سال کے روزہ کے برابر ہے۔(ماثبت بالسنہ)

رجب المرجب کی ستائیسویں رات شب معراج ہے اس رات میں چونکہ اللہ کے پیارے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی اسلئے اس رات کی عظمت و بزرگی بہت ہی زیادہ ہے نیز اسی رات میں مسجد اقصیٰ کے اندر جملہ انبیاء ومرسلین نے آپ کی اقتداء کی، آپ نے تمام آسمانوں کی سیر فرماتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور عرش اعظم کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا، اسی رات میں آپ نے رب کائنات جلّ وعلیٰ کی بیشمار آیات کبریٰ کا نظارہ اور مشاہدہ فرمایا اور اپنے محبوب حقیقی کے دیدار پُر انوار سے مشرف ہوئے، اسی رات میں آپ کے طفیل آپ کی امت بھی لاتعداد کرامتوں اور بے حساب نعمتوں سے سرفراز ہوئی، اسی رات رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے آپکی امت کو نماز کا لاجواب تحفہ عطا کیا گیا یقیناً یہ شب بہت ہی بابرکت اور پُرعظمت ہے۔

ایک برس کی عبادت کا ثواب

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف لطیف "احیاء العلوم" میں لکھا ہے کہ حضور آقائے نامدار مدنی تاجدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس رات میں عبادت کرے گا اس کو ایک سو (۱۰۰) برس کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (احیاء العلوم)

شب معراج کی نماز

روایت ہے کہ اس رات میں جو شخص ایک سلام سے بارہ رکعت نماز نفل پڑھے پھر سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اور ایک سو مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ اور ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھے پھر دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ اسکی دعا قبول فرمائے گا۔ بشرطیکہ گناہ کی دعا نہ کرے۔

رجبی شریف

رجب المرجب کی ستائیسویں رات میں معراج شریف کے بیان کیلئے محفل منعقد کرنا جسکو رجبی شریف کہتے ہیں۔ بالکل جائز اور باعث خیر و برکت ہے۔

میرے دینی بھائیو! اور اسلامی بہنو! ابھی آپ نے اوپر پڑھا کہ اس ماہ کی ستائیسویں رات کو حضور سرور کائنات سیاح ہفت افلاک سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کو معراج شریف ہوئی اس لئے تمام مسلمانوں کو اس خوشی میں کہ حضور ﷺ اس رات میں سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر جہاں تک باری تعالیٰ نے چاہا تشریف لے گئے اور عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ وغیرہ، آیات کبریٰ کا مشاہدہ کر کے نیز رب العرش کے دیدار پُر انوار اور اس کی بیشمار نوازشوں اور لاتعداد عنایتوں سے سرفراز ہو کر واپس تشریف لے بھی آئے۔ محفل ذکر و وعظ اور مجلس ذکر معراج پاک منعقد کر کے، اپنی مسجدوں کو آراستہ کر کے، اپنے محلوں میں جھنڈیاں لگا کر اور اپنے گھروں اور دوکانوں میں چراغاں کر کے اپنے گلشن ایمان کو ضرور بالضرور تازہ کرنا چاہئے۔ رات کو جاگ کر نوافل میں مشغول رہنا چاہئے اور ۲۷ ویں رجب کو روزہ رکھنا چاہئے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ یقیناً لائق صد مبارکباد ہیں اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے انھیں کرنا چاہئے کہ مذکورہ سارے اعمال ذریعۂ حصول خیر و برکت ہیں۔

دعا گو ہوں کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ پیارے نبی کی پیاری امتیوں کو شب معراج کی قدر شناسی کا جذبہ مرحمت فرمائے اور اس متبرک شب میں اعمال صالحہ کی ادائیگی کی زیادہ سے زیادہ توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

شب برأت کے فضائل واعمال

کچھ مہینے اور ایام متبرک اور مقدس ہیں جن کو عالم اسلام نہایت ہی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔ انھیں برکت والے مہینوں میں ایک مبارک مہینہ شعبان المعظم کا ہے جو اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے۔ یہ چونکہ دو مبارک مہینوں، رجب اور رمضان کے درمیان

واقع ہے اس لئے اسکو کریم الطرفین بھی کہتے ہیں اس مہینہ سے متعلق سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ شعبان کو باقی تمام مہینوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھ کو تمام انبیاء پر۔ اسی مبارک مہینے میں وہ شبِ ہمایوں بھی ہے جس کو شب برأت اور شب رحمت ونصرت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسی شب مبارک میں جبرئیل امین خدائے رب العزت کے حکم سے جنت میں جاتے ہیں اور خدائے رب العزت کا یہ حکم سناتے ہیں کہ جنت کو آراستہ کر دیا جائے اور غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کیلئے اسکو خوب سجایا جائے کیونکہ اس مقدس شب میں اللہ تعالیٰ آسمان کے ستاروں کے شمار اور دنیا کے روز و شب کی مقدار، درختوں کی پتیوں کی گنتی اور پہاڑوں کے وزن کے برابر اور ریت کے ذروں کے موافق دوزخیوں کو آزاد فرمائے گا۔ (ماثبت بالسنہ)

اسی نورانی شب میں امت عاصی کی مغفرت ہوتی ہے، سائلوں کو عطا کیا جاتا ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں اور توبہ قبول ہوتی ہے اور خدائے ذوالجلال اپنی تمام مخلوق کی مغفرت فرمادیتا ہے اور درجے بلند کرتا ہے، سب کو اپنی آغوش رحمت میں لیتا ہے۔ حضور تاجدار مدینہ ﷺ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ اس رات میں آسمان دنیا کی طرف تجلّیٔ خاص فرماتا ہے تو قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

میرے اسلامی بھائیو! ایسی مقدس ومتبرک شب کی اہمیت کو نظر انداز کر کے لہو ولعب میں میں مشغول ہونا عقلمندی نہیں بلکہ عقلمندی یہ ہے کہ ایسے مقدس لمحات میں عبادت و ریاضت اور اوراد و اذکار، نوافل، درود اور تلاوت قرآن پاک کر کے خدائے تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔

شعبان کے مہینہ میں روزہ رکھنے کا ثواب بے حد و بے شمار ہے۔ حضور تاجدار مدینہ ﷺ اس مقدس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے...... چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو قیام کرو اور پندرہویں کے دن میں روزہ رکھو۔

اس مقدس رات میں قبرستان جا کر اپنے خویش و اقارب نیز تمام مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت کرنا سنت ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور جان نور ﷺ شب برأت میں

قبرستان تشریف لیجاتے تھے اور مسلمان مردوں اور عورتوں اور شہیدوں کیلئے دعائے مغفرت فرماتے تھے۔ اس نورانی وعرفانی شب میں مسلمانوں کیلئے ایصال ثواب اور دعائے استغفار مسنون ہے خصوصاً ماں، باپ، بھائی، بہن اور دوست واحباب کی دعاؤں کا تو مردہ انتظار کرتا ہے۔ ایصال ثواب کا سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کھانا پکا کر میت کے نام تقسیم کیا جائے ، غریبوں کو کپڑا اور دوسری ضرورت کی چیزیں تقسیم کی جائیں، قرآن پڑھکر اموات کو بخشا جائے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نوافل پڑھکر اس کا ثواب والدین کو بخشا جائے۔

نوافل شب برأت

مقصود القاصدنین میں مذکور ہے کہ جب کوئی مسلمان مرد، عورت شب برأت میں بعد نماز مغرب ۲۰ رکعت نماز نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں دس ہزار نیکیاں لکھوادے گا۔

بعد نماز مغرب چھ رکعتیں نماز نفل پڑھے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیر دے اور ہر رکعت کے بعد سورۂ یٰسین ایک بار یا سورۂ اخلاص ۲۱ بار پڑھے۔ پہلی مرتبہ سورۂ یٰسین شریف دارزیٔ عمر کیلئے پڑھے اور دعائے شب برأت پڑھے۔ پھر دو رکعت نفل پڑھ کر سورۂ یٰسین اور دعا پڑھے اور کشادگیٔ رزق کی نیت کرے۔ پھر دو رکعت نفل دفع بلا کیلئے پڑھے اور سورۂ یٰسین اور دعا پڑھے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص شب برأت میں سو رکعت نماز نفل پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس سو فرشتے بھیجے گا تیس جنت کی خوشخبری سنائیں گے، تیس دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیں گے، تیس دنیا کی آفتیں دور کریں گے اور دس مکر شیطان سے بچائیں گے۔ جو شخص شعبان کی چودھویں تاریخ کو آفتاب ڈوبنے کے قریب ۴۰ مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم اور سو مرتبہ درود شریف پڑھے تو خدائے تعالیٰ اس کے چالیس برس کے گناہ بخش دیگا اور چالیس حوران بہشت اس کی خدمت کیلئے مقرر فرمائے گا۔

دعائے شب برأت

اَللّٰھُمَّ یَا ذَا الْمَنِّ وَ لَا یُمَنُّ عَلَیْہِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ط یَا ذَا الطَّوْلِ وَالْاِحْسَانِ ط لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ظَھْرَ اللَّاجِیْنَ وَجَارَ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ وَ اَمَانُ الْخَائِفِیْنَ ط اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ شَقِیًّا اَوْ مَحْرُوْمًا اَوْ مَطْرُوْدًا اَوْ مُقْتَرًا عَلَیَّ فِی الرِّزْقِ فَامْحُ اَللّٰھُمَّ بِفَضْلِکَ شَقَاوَتِیْ وَحِرْمَانِیْ وَ طَرْدِیْ وَاقْتِتَارَ رِزْقِیْ وَ اَثْبِتْنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ سَعِیْدًا مَّرْزُوْقًا مُّوَفَّقًا لِّلْخَیْرَاتِ فَاِنَّکَ قُلْتَ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ فِیْ کِتَابِکَ الْمُنَزَّلِ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ الْمُرْسَلِ یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ عِنْدَہٗ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ ط اِلٰھِیْ بِالتَّجَلِّی الْاَعْظَمِ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ الْمُعَظَّمِ الَّتِیْ یُفْرَقُ فِیْھَا مِنْ کُلِّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ○ وَیُبْرَمُ اَنْ تُکْشِفَ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ وَ الْوَبَاءِ مَا نَعْلَمُ وَ مَا لَا نَعْلَمُ وَ اَنْتَ بِہٖ اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ وَ الْاَکْرَمُ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اعمال شب برأت

شب برأت میں اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ وخیرات کرے شب برأت میں تلاوت قرآن پاک اور اوراد واذکار اور نفل نمازیں کثرت سے پڑھے۔ شب برأت میں میلاد شریف پڑھے، سنے اور بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرے۔ شب برأت میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے روئے اور توبہ واستغفار کرے۔ شب برأت میں تمام مردوں کیلئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرے، شب برأت میں قبرستان جائے اور اپنی موت کو یاد کرے اور یہ دعا بکثرت پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا یَا کَرِیْمُ.

قبرستان جانے کا طریقہ

آج کی شب یعنی شب برأت میں قبرستان جانا سنت ہے لہٰذا مسلمانوں کو آج کی شب

ضرور قبرستان جانا چاہئے ، کیونکہ اس سے مُردے کو کافی اُنسیت ہوتی ہے۔ مگر آج کل ہمارے کچھ مسلم نوجوان حضرات بسوں پر سوار ہو کر شور وغل اور طوفان بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبرستان جاتے ہیں اور وہاں جا کر بجائے فاتحہ کے آتش بازی اور لغو کاموں میں اپنے قیمتی اوقات ضائع کرتے ہیں۔ ایسا کرنا سخت منع ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

لہٰذا ہر مسلمان بھائی کو چاہئے کہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ قبرستان جائے اور وہاں جا کر سب سے پہلے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ کہے۔ قبروں کا ادب کرے یعنی جوتا چپل پہن کر قبروں کے درمیان نہ چلے۔ خواہ وہ قبر نئی ہو یا پُرانی۔ جو راستہ بنا ہو اسی راستہ پر چلے۔ اگر اندر جانا ہو تو جوتے چپل کو کسی محفوظ مقام پر رکھ دے پھر پائینتی کی طرف جا کر میت کے سامنے چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو جائے پھر کم از کم تین بار جو درود شریف یاد ہو پڑھے۔ پھر اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورۂ کافرون ایک بار، سورۂ اخلاص تین بار قل اعوذ برب الفلق ایک بار اور درود شریف تین بار پڑھے اس کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور یوں کہے اے پروردگار عالم! ابھی میں نے جو کچھ تلاوت کی ہے اس میں جو غلطی ہوگئی ہو اسے معاف فرما کر اور اپنی رحیمی وکریمی سے اسے قبول فرما کر اس کا ثواب اپنے پیارے حبیب تاجدار مدینہ ﷺ کی روح پاک کو پہونچا اور انکے طفیل میں اس کا ثواب انکی آل و اولاد، ازواج مطہرات اور بنات طیبات کی ارواح مقدسہ کو نذر فرما اور تمام انبیائے کرام، اصحاب کبار، جمیع صحابہ، تابعین، تبع تابعین اولیاء اللہ و بزرگان دین کو اس کا ثواب پہونچا بالخصوص ہمارے والدین واساتذہ کرام نیز تمام مسلمین ومسلمات کو اس کا ثواب عنایت فرما۔

نوٹ: آپ جیسے بھی ثواب پہونچانا چاہیں، پہونچا سکتے ہیں۔ ہر ایک کا نام الگ الگ لیں یا منجملہ۔ ہر ایک کو پورا پورا ثواب ملے گا۔

روحوں کا اپنے گھر آنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب عید یا شب جمعہ یا

عاشورہ کا دن ہوتا ہے یا شب برأت ہوتی ہے تو مردے کی روحیں اپنے گھروں کے دروازے پر آ کر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہے کوئی جو ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی جو ہماری غربت کو یاد کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شب برأت میں مسلمان مُردوں کی روحیں اپنے اپنے عزیز واقارب کے گھروں پر آتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! تم لوگ ہمارے ہی گھروں میں رہتے سہتے ہو، ہمارے مالوں کو خرچ کرتے ہو اور ہماری چیزوں کو استعمال کرتے ہو، ہمارے بچوں سے خدمت لیتے ہو، اللہ کے واسطے تم ہمارے اوپر رحم کرو کیونکہ ہمارے اعمال ختم کر دیئے گئے ہیں اور تمہارے اعمال جاری ہیں۔ روحیں اپنے خویش و اقارب کو اگر نیک کام کرتے ہوئے دیکھتی ہیں تو خوش ہو کر واپس ہوتی ہیں ورنہ غمگین آواز سے روتی ہوئی یہ کہتی ہیں کہ اے اللہ! تو ان سبھوں کو اپنی رحمت سے ناامید کر، جن لوگوں نے ہم کو ناامید کیا (یعنی ثواب سے) محروم رکھا۔

اب جو لوگ اپنے مُردوں کو ایصال ثواب کرنا چاہتے ہیں وہ ضرور شب برأت کی خیر و برکت والی رات میں خوب خوب عبادت و ریاضت کریں، تلاوت قرآن مجید اور درود شریف کی کثرت کریں، نوافل پڑھیں اور اسکا ثواب اپنے مُردوں کو ایصال کریں۔

شب برأت کا حلوہ

شب برأت کے حلوے کے سلسلے میں آج کل خوب شور وغل مچایا جاتا ہے کہ شب برأت کا حلوہ فرض نہیں، ضروری نہیں، لازم نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر کسی نے پوچھ لیا کہ کیا صاحب! اگر فرض نہیں، سنت نہیں تو آخر کیا ہے؟ تو فوراً بغیر سوچے سمجھے کہہ دیا جاتا ہے کہ حرام وناجائز، حرام وناجائز۔ شرک وبدعت، شرک وبدعت وغیرہ العیاذ باللہ۔

برادران اسلام! شب برأت کا حلوہ ہم فرض وسنت نہیں بتاتے اور نہ ضروری سمجھتے ہیں اور نہ ہمارے اسلاف نے ہی ضروری بتایا ہے مگر یہ اچھی طرح یاد رکھ لیجئے کہ اگر شب برأت کا حلوہ فرض وسنت اور ضروری نہیں ہے تو حرام وناجائز اور شرک بھی نہیں ہے بلکہ حق بات اور

سچی حقیقت یہ ہے کہ شب برأت میں دوسرے تمام کھانوں کی طرح حلوہ پکانا بھی جائز اور مباح ہے۔ اور اگر اس نیک مقصد کے ساتھ ہو کہ ایک نفیس اور مرغوب کھانا فقراء و مساکین اور اپنے اہل و عیال کو کھلا کر ثواب حاصل کریں تو یہ کام بہتر ہی نہیں بلکہ کار ثواب ہے۔

درحقیقت اس رات میں حلوے کا دستور یوں نکل پڑا کہ یہ مبارک رات صدقہ و خیرات، ایصال ثواب اور صلہ رحمی کی خاص رات ہے۔ لہٰذا انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ اس رات میں کوئی عمدہ، نفیس اور مرغوب کھانا پکایا جائے۔ بعض عالموں کی نظر بخاری شریف کی اس حدیث پر پڑی "كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُحِبُّ الْحُلْوَ وَ الْعَسْلَ"۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلوہ اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔ لہٰذا ان علماء نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس رات میں حلوہ پکایا پھر رفتہ رفتہ عوام میں بھی اس کا چرچا اور رواج ہو گیا۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ملفوظات میں ہے کہ: "ہندوستان میں شب برأت کو روٹی اور حلوہ پر فاتحہ دلانے کا دستور ہے اور سمرقند و بخارا میں قتلما پر جو ایک میٹھا کھانا ہے۔"

الغرض! شب برأت کا حلوہ ہو یا عید کی سویاں یا محرم کا مالیدہ محض ایک دستور اور رواج کے طور پر لوگ پکاتے، کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ کوئی بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا ہے کہ یہ فرض یا سنت ہے۔ اس لئے اس کو ناجائز کہنا درست نہیں۔ یہ اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی حلال کو حرام و ناجائز ٹھہرانا اللہ پر جھوٹی تہمت لگانا ہے جو ایک بدترین گناہ ہے۔ پروردگار عالم اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ.

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لئے رزق اتارا۔ اس میں تم نے اپنی طرف سے کچھ حلال اور کچھ حرام ٹھہرالیا۔ (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ نے اسکا تمہیں حکم دیا ہے یا اللہ پر تم لوگ تہمت لگاتے ہو۔

عیدالفطر

عیدالفطر دراصل ایک ماہ کے روزوں کی مشقت برداشت کرنے کا انعام ہے جسے ''یوم الجائزہ'' بھی کہا گیا ہے۔ یعنی انعام کا دن۔ انعام کا دن بھی بہت بڑی آزمائش کا دن ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ انعام کے دن اس کے بندے فرط خوشی میں اسلام کے دائرے سے باہر تو نہیں ہوجاتے ہیں۔

مذہب اسلام نے خوشیاں منانے پر پابندی نہیں عائد کی ہے بلکہ عید کے معنیٰ ہی خوشی کے ہیں اسی لئے اسکو یوم العید بھی کہا جاتا ہے۔ لٰہذا عیدالفطر کے دن مسلمانوں کا خوش ہونا، خوشیاں منانا یا اظہار مسرت کرنا جہاں فطری شئ ہے وہیں سنت رسول بھی ہے۔ ہاں البتہ مذہب اسلام نے ایک دائرہ متعین ضرور کردیا ہے اور واضح طور بتلا دیا ہے کہ خوشیاں چاہے جیسی بھی ہوں دائرۂ اسلام میں رہ کر منائی جائیں.......... مگر افسوس صد افسوس کہ آج کل کے نام نہاد مسلمان جب خوشیاں منانے کی منزل میں آتے ہیں تو اسلام کے متعین کردہ دائرے سے تجاوز کر کے ایسی حیا سوز حرکت اور اور افسوس ناک باتیں کرتے ہیں جو قوانین اسلام اور مذہبی اصولوں کے بالکل برعکس ہیں۔ میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ مذہب اسلام کو سب سے بڑا خطرہ اسی طرح کے نام نہاد مسلمانوں سے ہے جو ہر وقت فسق و فجور اور خرافات و لغویات میں مبتلا ہیں۔ عید کے نام پر لہو ولعب کو فروغ دیتے ہیں اور رقص و موسیقی کی محفلیں منعقد کرتے ہیں، اسٹیج پر ڈانس کرتے اور گاتے بجاتے ہیں، مسلم محلوں میں آرائش اور تزئین کے نام پر لوگوں سے زبردستی چندہ وصول کرتے ہیں اسی پر بس نہیں اب تو سڑکوں پر اتر کر غیر مسلموں کی طرح لاریوں، ٹرکوں اور بسوں کو روک کر جبریہ چندہ مانگتے ہیں اور غیر مسلموں کو بھی اس خوشی میں شریک کرتے ہیں جس طرح درگا پوجا کے موقع پر غیر مسلم جبریہ چندہ لیکر مسلمانوں کو اس امر قبیح میں شریک کرتے ہیں، قدم قدم پر لاؤڈ اسپیکر لگا کر فضائی آلودگی پھیلاتے ہیں اسی طرح یہ چند شر پسند افراد مسلم معاشرے کو خراب کرتے ہیں اور اپنے بُرے کردار سے شریعت مطہرہ کو مسخ کر کے اسے بدنام کرتے ہیں ایسے موقع پر محلّہ کے خیر پسند، باا ثر

اور سلیم الطبع افراد کو چاہئے کہ امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر سے بھی کام لیں۔

یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ مسلم محلوں میں عید کے ایام میں امن وسکون اور راحت و آرام بالکل ہی غارت ہو جاتا ہے۔ جبکہ عیدین کی راتوں میں عبادت کرنے کی بہت ہی فضیلت ہے۔ اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ بیمار، کمزور اور بوڑھے لوگ مسلم محلوں کے ان ہنگاموں سے پناہ مانگتے ہی ہیں عبادت گذار حضرات اپنے گھروں میں بھی اطمینان و سکون سے عبادت نہیں کر سکتے۔ بلکہ گھر چھوڑ کر کہیں چلے جانے میں اپنی عافیت محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے مسلم نوجوانوں کو اس بات کی خبر ہی نہیں کہ وہ جس طرف قدم بڑھا رہے ہیں وہ انکے لئے سرتاسر نقصان دہ ہے۔

بہرحال! عید الفطر کو لہو ولعب، رقص وموسیقی، شراب وشباب اور اسراف وفضول کا تہوار بنانا مسلم پرسنل لاء کو ختم کرنا ہے۔ جو مٹھی بھر شر پسند عناصر ایسا شیطانی فعل کرتے ہیں وہ مسلم پرسنل لاء کے دشمن اور یکساں سول کوڈ کے حامی ہیں۔ وہ اس طرح کہ درگا پوجا اور دیگر پوجوں کے موقع پر زبردستی چندہ وصول کر کے، رقص وموسیقی اور لاؤڈ اسپیکر سے فلمی گانے بجا کر، قدم قدم پر محفلیں جما کر غیر مسلموں کی نقل کرتے ہیں۔ اب جو شر پسند عناصر ایسا کرتے ہیں وہ بتائیں کہ عید الفطر اور غیروں کے تہواروں میں کیا فرق باقی رہ گیا؟۔

میرے اسلامی بھائیو! خدا کے واسطے ان متبرک راتوں کو ایسے لغو اور غیر اسلامی طریقوں پر منا کر پورے مسلم معاشرے کو پامال نہ کرو۔ یہ ماہ مقدس جو ہماری تربیت و اصلاح نفس کے لئے آیا تھا اسکی مقدس قدروں کو پامال نہ کرو بلکہ عید الفطر کی آمد کی خوشی میں عبادت وریاضت کی کثرت کر کے خدائے عز وجل کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرو۔ شریعت مطہرہ کے خلاف کاموں میں روپئے پیسے خرچ نہ کرو۔ رب کا فرمان ہے کہ فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے۔ لہٰذا فضول خرچی کر کے شیطان کے بھائی نہ بنو بلکہ اپنے غریب بھائیوں کی خبر گیری اور مدد کر کے اپنے اندر اتحاد پیدا کرو۔ خدارا اپنے حال پر رحم کرو ایسا نہ ہو کہ ان خلاف شرع باتوں کے سبب یہ عید سعید یوم وعید بن جائے۔ لہٰذا فضول خرچی اور خلاف شرع باتوں سے باز آجاؤ۔

دعا ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو فضول خرچیوں سے بچائے اور فکر آخرت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

شب قدر کی برکتیں اور عظمتیں

حدیث شریف میں شب قدر کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اِس رات میں ایمان واخلاص کے ساتھ شب بیداری کر کے عبادت کی تو اللہ تعالیٰ اسکے سال بھر کے گناہ بخش دیگا۔ لہٰذا اس مقدس رات کو غفلت میں نہیں گذارنا چاہئے بلکہ عبادت وریاضت، توبہ واستغفار اور تلاوت ودرود کی کثرت میں گذارنا چاہئے۔ اس رات میں عبادت کرنے والوں کو ایک ہزار ماہ سے بھی زیادہ ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

سبحان اللہ! یہ خدائے تبارک وتعالیٰ کا خاص الخاص کرم ہے کہ یہ مقدس ومتبرک رات اپنے پیارے حبیب تاجدار مدینہ ﷺ کو عطا فرمایا اور آپ کے صدقے میں آپ کی امت کو یہ شب عطا کی گئی جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا۔ اس رات میں حضرت جبرئیل اور دوسرے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور پھر عبادت کرنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں اس مبارک شب کا ہر ایک لمحہ سلامتی ہی سلامتی ہے اور یہ سلامتی صبح صادق تک قائم رہتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ یا ۲۹ ویں شب میں ہے۔ یا رمضان کی آخری شب میں ہے۔ تو جو کوئی ایمان کے ساتھ بہ نیت ثواب اس مبارک رات میں عبادت کرے تو اس کے تمام گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری) شب قدر کے تعین میں اگر چہ علماء کرام اور مشائخ عظام کا بیحد اختلاف ہے تاہم اکثر علماء ومشائخ کی یہی رائے ہے کہ ہر سال شب قدر ماہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے بیان کی تائید

کیلئے دو دلائل بیان فرمائے ہیں ''لیلۃ القدر'' میں کل نو حروف ہیں اور سورۂ قدر میں لفظ ''لیلۃ القدر'' تین مرتبہ فرمایا گیا ہے اور نو کو تین سے ضرب دینے سے حاصل ضرب ۲۷ ہوتا ہے، جو اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ شب قدر ستائیسویں کو ہوتی ہے۔

دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اس سورۂ مبارکہ میں تیس کلمات ہیں اور ستائیسواں کلمہ ''ھِیَ'' ہے جس کا مرکز لیلۃ القدر ہے، گویا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نیک لوگوں کیلئے یہ اشارہ ہے کہ رمضان شریف کی ۲۷ ویں شب میں شب قدر ہوتی ہے۔ (تفسیر عزیزی)

میرے بھائیو! جن راتوں میں شب قدر ہونے کا زیادہ امکان ہے ان راتوں میں عبادت کا خاص اہتمام ہونا چاہئے۔ بالخصوص ستائیسویں شب کیونکہ اس رات میں شب قدر کا زیادہ گمان ہے۔ لہٰذا اس رات کو غفلت میں نہ گذار کر عبادت و ریاضت، توبہ و استغفار، اوراد واشغال اور تلاوت ودرود کی تکرار میں گذارنا چاہئے۔

شب قدر کا بہترین تحفہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی شب قدر میں سورۂ قدر سات بار پڑھتا ہے تو خدائے تعالیٰ اسے ہر بلا سے محفوظ ومأمون فرماتا ہے۔ اور ستر ہزار فرشتے اس کیلئے جنت کی دعا کرتے ہیں اور جو کوئی جب کبھی جمعہ کے روز نماز جمعہ سے قبل تین بار پڑھتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس روز کے تمام نماز پڑھنے والوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھتا ہے۔ (نزہۃ المجالس)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور تاجدار مدینہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا علم ہو جائے تو میں کیا پڑھوں؟ تو سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح دعا مانگو اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُعَنِّی۔ (مشکوٰۃ شریف)

میرے دینی بھائیو! اگر اللہ توفیق دے تو اس دعا کا ورد برابر کرتے رہو، خصوصاً ستائیسویں شب میں اس دعا کو بار بار پڑھو اس کے علاوہ بھی اس مقدس شب میں شب

بیداری کرو، نوافل پڑھو، درود پاک کی کثرت کرو، اگر کہیں ذکر و وعظ کی مجلس میسر آئے تو اس میں شرکت کرو۔ اور زیادہ سے زیادہ کوشش کرو کہ تمہارا اکثر وقت نوافل میں گذرے۔

حضرت علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ تفسیر روح البیان شریف میں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اخلاص نیت سے شب قدر میں نوافل پڑھے گا اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اسلامی بھائیوں کے لئے کچھ نوافل ادا کرنے کے طریقے ہم درج کر دیتے ہیں جن کے متعلق احادیث مبارکہ میں بیشمار فضائل وارد ہوئے ہیں۔

نفل نمازیں

(۱) شب قدر میں جو کوئی دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد ستر مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھے تو اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو بخش دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ جنت میں اس کے لئے باغ لگائیں اور اسکے لئے مکانات بنائیں اور نہریں جاری کریں وہ دنیا سے نہیں جاتا جب تک کہ یہ سب کچھ دیکھ نہیں لیتا۔ (درۃ الناصحین)

(۲) شب قدر میں جو کوئی چار رکعت نماز نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر ایک بار پڑھے اور ستائیس بار سورۂ اخلاص پڑھے تو اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے ہزار محل عطا فرمائے گا۔ (فضائل الشہور والایام)

جمعۃ الوداع

جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کا دن سید الایام ہے یعنی جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے۔ ایک حدیث میں

ہے کہ "اَلْجُمُعَةُ عِيْدٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ" یعنی جمعہ مسلمانوں کی عید ہے۔ حضور تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہوتی ہے جس میں ہر (جائز) دعا قبول ہوتی ہے۔ ایک دوسری جگہ ارشاد رسالت ہے کہ جمعہ کی نماز ادا کرنے والے کے وہ تمام گناہ جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہوتے ہیں بخش دیئے جاتے ہیں۔ جمعۃ المبارکہ کسی بھی مہینے کا ہو مؤمنوں کیلئے باعث رحمت و برکت اور مؤجب نجات و مغفرت ہے۔ مگر یہ رمضان کا آخری جمعہ جو "جمعۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہے وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ جمعۃ الوداع مسلمانوں کی عظمت و شوکت اور ہیبت و جلالت کا عظیم مظہر ہے اس روز لوگ جوق در جوق جامع مسجد کی طرف خدائے تبارک و تعالیٰ کا نام بلند کرنے کیلئے نکلتے ہیں ایسے میں ملائکہ اپنے جھرمٹ میں لے لیتے ہیں اور حریم ناز سے رحمت و مغفرت کی بارش ہوتی ہے۔ جمعۃ المبارکہ کا یہ دن بلاشبہ دعاؤں کی مقبولیت کا دن ہے اس دن امت مسلمہ کے فلاح و بہبود اور عالم اسلام کے امن و امان عزت و غلبہ کیلئے خصوصی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

عید کے شرعی طریقے

عیدالفطر کے دن مندرجہ ذیل باتیں سنت ہیں۔ مثلاً عید کے دن غسل کرنا، مسواک کرنا، عمدہ قسم کی خوشبو لگانا، اپنی حیثیت کے مطابق عمدہ اور نفیس کپڑے پہننا، عید گاہ کو پیدل یعنی چل کر جانا، ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا عیدالفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے۔

عید کے دن کثرت سے صدقات و خیرات کرنا، عزیز و اقرباء اور دوست واحباب سے ملنا ایک دوسرے کو خلوص و محبت سے مبارکباد دینا، خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا خلوص و محبت کے ساتھ ایک دوسرے سے مصافحہ اور معانقہ کرنا، راستہ میں آہستہ آہستہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ پڑھتے ہوئے جانا مستحب ہے۔

جمعہ اور عیدین یعنی عید اور بقر عید کی صحت اور ادائیگی کی شرطیں ایک ہیں مگر فرق یہ ہے کہ جمعہ میں خطبہ واجب ہے اور نماز جمعہ سے قبل پڑھا جاتا ہے اور عیدین کا خطبہ سنت ہے اور نماز

عیدین کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ خطبہ عید کا ہو یا جمعہ کا، تمام نمازیوں کو بیٹھ کر توجہ سے سننا چاہئے اور جن حضرات تک خطبہ کی آواز نہ پہونچے وہ بھی خاموش بیٹھے رہیں خطبہ کا ثواب انکو بھی مل جائیگا۔

عید کی ہر دو رکعت نماز عاقل، بالغ، مقیم اور تندرست مرد پر واجب ہے۔ اس کا حکم سنہ ۲ ہجری میں جاری ہوا تھا۔ نماز عید کا وقت آفتاب کے کچھ بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک ہے۔ اگر نماز پڑھنے میں زوال کا وقت آ گیا تو نماز فاسد ہو جائیگی۔

شوال المکرّم کے چھ روزے

شوال المکرّم کے مہینے میں چھ روزے رکھے جاتے ہیں جسے لوگ شش عید کے روزے کہتے ہیں۔ ان روزوں سے متعلق سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اسکے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

محرم کی رسمیں

محرم کے مہینے میں جو رسمیں غلط طور سے چل پڑی ہیں وہ یقیناً بیکار اور ناجائز ہیں، مثلاً ہزاروں روپئے خرچ کر کے تعزیہ بنانا پھر اسے دریا میں یا جنگل میں پھینک دینا۔ علم نکالنا، ناچنا کودنا اور شراب پی کر ڈانس کرنا اپنے بچوں کو محرم کا فقیر بنا کر محرم کی نیاز کے لئے اس سے بھیک منگوانا، بچوں کو کربلا کا قاصد بنا کر ایک خاص قسم کا لباس پہنا کر اِدھر اُدھر دوڑانا، تعزیوں میں دو قبریں بنانا، ایک پر سرخ اور دوسرے پر سبز غلاف ڈالنا وغیرہا بیشمار باتیں شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں جن کا شرع سے ہرگز ہرگز کوئی تعلق نہیں یہ ساری باتیں شریعت کے خلاف ہیں۔ اس لئے ان مبارک دنوں میں ایسی خلاف شرع رسموں سے مسلمانوں کو سخت پرہیز کرنا چاہئے۔

محرم کے مہینے میں صرف اتنی سی بات ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور شہدائے

کربلا رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مقدس روضوں کی تصویر بنا کر یا نقشہ بنا کر رکھنا اور ان کو دیکھنا یہ بالکل جائز ہے، کیونکہ یہ ایک غیر جاندار کی تصویر ہے جس طرح گنبد خضریٰ، خانۂ کعبہ، یا نعلین شریفین کی تصویر یا نقشہ بنا کر رکھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، اسی طرح شہدائے کربلا کے روضوں کی تصویر بنا کر رکھنا بھی جائز ہے۔ اسکے علاوہ محرم میں جتنی رسومات قبیحہ ہوتی ہیں وہ سراسر لغو اور بے اصل ہیں۔

یوم عاشورہ

محرم کا مہینہ بہت ہی مبارک مہینہ ہے خاص کر عاشورہ کا دن جسے یوم عاشور کہتے ہیں، نہایت ہی مبارک ہے۔ کیونکہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری، اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کی بلائیں ختم ہوئیں، اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن آپ کو خلیل اللہ کا لقب عطا ہوا اور اسی دن آپ پر نار نمرود گلزار ہوئی، اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ملی، اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، اسی دن بنی اسرائیل کیلئے دریا میں راستہ نکل آیا اور فرعون لشکر سمیت دریا میں ڈوب گیا، اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی، اسی دن حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے زندہ وسلامت باہر تشریف لائے، اسی دن سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا کے میدان شہادت سے سرفراز ہوئے اور اسی دن قیامت آئے گی۔

شب عاشورہ کی نفل نماز

شب عاشورہ میں چار رکعت نماز نفل اس ترکیب سے پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی ایکبار، سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر ایک سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو گناہوں سے پاک ہوگا اور بہشت میں بے انتہا نعمتیں ملیں گی۔

(فضائل الشہور والایام)

عاشورہ کا روزہ

نویں اور دسویں محرم دونوں دن روزہ رکھنا چاہئے اور اگر نہ ہو سکے تو عاشورہ ہی کے دن روزہ رکھے۔ مگر ایک دن آگے یا پیچھے ملا کر رکھنا زیادہ اچھا ہے۔ اس روزہ کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

مستحبات عاشورہ

عاشورہ کے دن دس چیزوں کو علماء نے مستحب لکھا ہے۔ روزہ رکھنا، صدقہ کرنا، نماز نفل پڑھنا، ایک ہزار مرتبہ قل ھو اللہ پڑھنا، علماء کی زیارت کرنا، یتیم کے سر پر دست شفقت رکھنا، اپنے اہل وعیال کے رزق میں وسعت کرنا، غسل کرنا، سرمہ لگانا اور ناخن ترشوانا۔

محرم کا کھچڑا

محرم کی دسویں تاریخ کو کھچڑا پکانا، کوئی واجب اور ضروری نہیں بلکہ بہتر ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی سنت بھی۔ کیونکہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر رکی تو عاشورہ کا دن تھا آپ نے اپنی کشتی میں تمام اناجوں کو جمع کر کے سبھی چیزوں کو ایک ہی ہانڈی میں ملا کر پکایا۔ چنانچہ عاشورہ کے دن جو کھانا کھچڑا کے نام سے پکایا جاتا ہے اسکی دلیل یہی حضرت نوح علیہ السلام کا عمل ہے۔ (القلیوبی)

شہدائے کربلا کی فاتحہ

محرم میں دس دنوں تک بالخصوص عاشورہ کے دن شربت پلا کر کھانا کھلا کر اور کھچڑا پکا کر شہدائے کربلا کی فاتحہ دلائی جاتی ہے اور انکی مقدس روح کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے یہ سب جائز اور ثواب کے کام ہیں۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ محرم میں سوائے شہدائے کربلا کے کسی اور کی فاتحہ نہ دلائی جائے یہ غلط محض ہے۔ جسطرح دوسرے دنوں میں سب کی فاتحہ ہوتی ہے اسی طرح ان دنوں میں بھی ہو سکتی ہے۔

مجلس محرم

عاشورہ کے دن یعنی دسویں محرم کو ذکر شہادت کی محفل منعقد کرنا صحیح روایتوں کے ساتھ سیدنا امام حسین اور دیگر شہداء کربلا رضی اللہ عنہم کے فضائل و درجات اور کربلا کے واقعات کو بیان کرنا اور عقیدت و محبت سے اُسے سننا جائز اور باعث ثواب ہے مگر اس بات کا خیال رہے کی ان مجلسوں میں صحابۂ کرام کا بھی ذکر خیر ہونا چاہیئے تاکہ اہل سنت اور شیعوں میں فرق و امتیاز باقی رہے۔

آخری چہار شنبہ

ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں خوب منایا جاتا ہے لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں، سیر و تفریح اور شکار کو جاتے ہیں، پوڑیا پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے اور خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور تاجدار مدینہ ﷺ نے اس روز غسل صحت فرمایا تھا اور مدینہ طیبہ سے باہر سیر و تفریح کیلئے تشریف لے گئے تھے یہ سب باتیں بے اصل اور لغو ہیں بلکہ ۲۷ر صفر کو حضور تاجدار مدینہ ﷺ کا مرض شریف یعنی درد سر اور بخار شروع ہوا اور ۱۲ر ربیع الاول دوشنبہ کے دن اسی مرض شریف میں اس ظاہری دنیا سے تشریف لے گئے۔

شجرۂ عالیہ قادریہ رضویہ

یا الٰہی رحم فرما مصطفٰے کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علم حق دے باقر علم ھدیٰ کے واسطے

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہر معروف و سر معروف دے بیخود سری
جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد
بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اُٹھا
قدر عبد القادر قدرت نما کے واسطے

احسن اللہ لہٗ رزقاً سے دے رزق حسن
بندۂ رزاق تاج الاصفیاء کے واسطے

نصرابی صالح کا صدقہ صالح ومنصور رکھ
دے حیات دیں محی جانفزا کے واسطے

طور عرفان و علو و حمد حسنیٰ و بہا
دے علی، موسیٰ، حسن، احمد، بہا کے واسطے

بہر ابراہیم مجھ پر نار غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیاء کے واسطے

دے محمد کے لئے روزی کر احمد کے لئے
خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے
عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے

حب اہل بیت دے آل محمد کیلئے
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پُر نور کر
اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدیٰ کے واسطے

نور جان و نور ایماں نور قبر و حشر دے
بو الحسین احمد نوری لقا کے واسطے

کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

حامد و محمود اور حماد و احمد کر مجھے
میرے مولیٰ حضرت حامد رضا کے واسطے

سایۂ جملہ مشائخ یا خدا مجھ پر رہے
رحم فرما آل رحمٰن مصطفیٰ کے واسطے

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز علم و عمل
عفو و عرفاں عافیت اس بے نوا کے واسطے

ایصال ثواب

شجرۂ مبارکہ ہر روز بعد نماز فجر ایک بار پڑھ لیا کریں اس کے بعد درود غوثیہ سات بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار پھر درود غوثیہ تین بار پڑھ کر اس کا ثواب ان تمام مشائخ کرام کی ارواح طیبہ کو نذر کریں جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اگر وہ زندہ ہے تو اس کے لئے دعائے عافیت وسلامت کریں ورنہ ان کا نام بھی شامل فاتحہ کر لیا کریں۔

درودغوثیہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَ اٰلِہٖ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

پنج گنج قادری

بعدنماز فجر	یَا عَزِیْزُ یَا اَللّٰہُ	۱۰۰ر بار
بعدنماز ظہر	یَا کَرِیْمُ یَا اَللّٰہُ	۱۰۰ر بار
بعدنماز عصر	یَا جَبَّارُ یَا اَللّٰہُ	۱۰۰ر بار
بعدنماز مغرب	یَا سَتَّارُ یَا اَللّٰہُ	۱۰۰ر بار
بعدنماز عشاء	یَا غَفَّارُ یَا اَللّٰہُ	۱۰۰ر بار

اول وآخر تین تین بار درود شریف۔ اسکوروزانہ پڑھنے سے دین ودنیا کی بیشمار برکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

برائے قضائے حاجات

(۱) اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا شَرِیْکَ لَہٗ آٹھ سوچوہتر ۸۷۴ مرتبہ اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھیں۔ اس قدر معین تعداد میں باوضو قبلہ رو دوزانو بیٹھ کرتا حصول مراد پڑھیں اور اسی کلمہ کو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، وضو بے وضو ہر حال میں بے گنتی بیشمار پڑھا جائے انشاءاللہ مراد پوری ہوگی۔

(۲) حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ساڑھے چارسو ۴۵۰ ربار اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔ روزانہ تا حصول مراد پڑھا جائے اور جس وقت گھبراہٹ ہو اکثر اسی کلمہ کو بکثرت پڑھیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ کام بن جائیگا۔

(۳) ''طفیل حضرت دستگیر دشمن ہووے زیر'' بعد نماز عشاء ایک سو گیارہ باراول وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھیں۔

نوٹ: یہ تینوں عملیات نہایت مجرب اور آسان ہیں لہٰذا اس سے غفلت نہ کی جائے۔

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادئ دیدار حسن مصطفٰے کا ساتھ ہو

یا الٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
انکے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شور دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
ساقئ کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمئ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بیباکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم سے
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سر شمسیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سَلِّمْ کہنے والے غم زدہ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اُٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفٰے کا ساتھ ہو

تعارف مصنف ''مراسم اہل سنت''

از: محمد افضل خان ۶/۴ ۷ سری ناتھ پورل لین، ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ

دین وملت کے فروغ واستحکام، ایمان وعقیدے کی حفاظت وصیانت اورعلوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کی غرض سے آج سے تقریباً ۴۰ سال قبل ۱۹۶۹ء میں رئیس القلم سلطان المناظرین فاتح یورپ و ایشاء بانی مدارس کثیرہ حضرت علامہ ارشد القادری صاحب نور اللہ مرقدہٗ فاؤنڈر جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، ذاکر نگر نئی دہلی و مہتمم جامعہ فیض العلوم جمشید پور بہار کے حکم پر خطیب بنگال سیاح بنگلہ دیش خلیفہ حضور ازہری میاں قبلہ، حضرت مولانا الحاج محمد ابوالکلام احسن القادری الفیضی مظفر پوری، مغربی بنگال کے ایک شہر ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ میں تشریف لائے جہاں پکی مسجد میں (جو آج جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے) پہلے سے مدرسہ منظر اسلام نامی ایک چھوٹا سا مکتب چل رہا تھا اس میں حضرت مولانا موصوف نے ابتدائی درجہ کے بچوں کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اپنے خون جگر سے اس گلشن علم وفن کے ننھے پودوں کو اس طرح سینچا کہ دیکھتے ہی

دیکھتے علم وفن کا تناور درخت بن گیا اور حضرت مولانا موصوف کی انتھک محنت اور اراکین ادارہ کی سعی پیہم نے ٹکیہ پاڑہ کی سنگلاخ زمین کو سبزہ زار بنادیا۔

حضرت علامہ الحاج محمد ابو الکلام صاحب احسن القادری الفیضی کی ٹکیہ پاڑہ میں تشریف آوری کے ٹھیک دو سال بعد محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ الامجدی قبلہ فُرفُرہ شریف کے مدرسہ سے مستعفی ہو کر جب اپنے وطن مألوف گھوسی شریف جانے کیلئے پابہ رکاب ہوئے تو اراکین مدرسہ منظر اسلام انکے لئے پابہ زنجیر ہو گئے تقریباً ایک سال مدرسہ منظر اسلام میں بحثیت مہتمم رہے اس اثنا میں علامہ کی انتھک محنت اور کوشش بسیار کے بعد مدرسہ کیلئے باڑی کی شکل میں زمین کی خریداری عمل میں آئی (جہاں آج دار العلوم کی عمارت موجود ہے) دار العلوم ھٰذا کی بنیاد سے قبل جلالۃ العلم استاذ العلماء حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے آپ کو اپنے سایۂ شفقت میں مبارکپور بلالیا۔ آپ کے جانے کے ایک سال بعد سرکار مدینہ کانفرنس کے موقع پر خریدی ہوئی نئی زمین پر مدرسہ کے سنگ بنیاد کا پروگرام رکھا گیا جسمیں ملک وملت کے مشاہیر علماء کرام، خطبائے عظام، اور مشائخ اسلام نے شرکت فرمائی۔ دار العلوم کے سنگ بنیاد سے پہلے باہر سے تشریف لانے والے علماء، خطباء اور مشائخ کی ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس میں سیدی حضور سید العلماء آل مصطفٰے علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں آج سے اس مدرسہ کا نام "دار العلوم ضیاء الاسلام" رکھ رہا ہوں جس کی پُر زور تائید تاجدار اہل سنت سیدی حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ، استاذ العلماء حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ، رئیس اعظم اڑیسہ حضور مجاہد ملت علیہ مالرحمہ، سلطان المناظرین مخدوم گرامی رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ، محدث کبیر حضرت علامہ الحاج ضیاء المصطفیٰ الامجدی دامت علینا فیوضہم العالیہ اور دیگر حاضرین مجلس نے کی۔ آج وہ دار العلوم ضیاء الاسلام مذکورہ بالا روحانی پیشواؤں کی دعاؤں کی برکت، حضرت علامہ الحاج ارشد القادری علیہ الرحمہ کی نظر عنایت، محدث کبیر حضرت علامہ الحاج ضیاء المصطفیٰ الامجدی کی مساعیٔ جمیلہ اور حضرت مولانا محمد ابو الکلام صاحب احسن القادری الفیضی کی انتھک کوشش اور جُہد مسلسل کے پیش نظر مغربی بنگال کا مرکزی ادارہ بن چکا ہے۔ جہاں دور دراز علاقوں سے سینکڑوں کی تعداد میں تشنگان علوم نبویہ جوق در جوق آتے ہیں اور اپنی علمی پیاس بجھا کر اور

اپنے دامن مقصود کو گوہر علم سے بھر کر واپس ہو جاتے ہیں.......... دار العلوم ضیاء الاسلام کی شہرت اب صرف مغربی بنگال میں نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں پھیل چکی ہے اور اس ادارہ سے سند فراغت حاصل کرنے والے علماء، فضلاء اور قراء ملک کے اکثر علاقوں میں اپنی اپنی حیثیت وصلاحیت کے مطابق دین وملت کی خدمات میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

حضرت مولٰینا احسن القادری صاحب دار العلوم ضیاء الاسلام میں ابتداء ہی سے صدر المدرسین کے عہدے پر فائز رہے اور اب بھی ہیں۔ ہاں البتہ درمیان میں کثرت پروگرامات اور دینی وملی مصروفیات کے تحت اس عہدے سے مستعفی ہو گئے تھے تو اراکین ادارہ ھٰذا نے مفتیٔ اعظم بنگال حضرت علامہ ثناء المصطفٰی الامجدی علیہ الرحمہ کو اس عہدے پر فائز کیا تھا۔ ان کے وصال کے بعد ماہر علم وفن حضرت علامہ محمد نعمان خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ بحیثیت صدر المدرسین تشریف لائے، مگر آب وہوا راس نہ آنے کے سبب چند ماہ بعد ہی مستعفی ہو کر وطن مألوف لوٹ گئے۔ اسکے بعد ہی اراکین دار العلوم ضیاء الاسلام نے حضرت مولانا احسن القادری الفیضی کو دوبارہ اس عہدہ پر فائز کیا جس پر تادم تحریر موجود ہیں۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت مولانا موصوف بی بی مسجد میں امامت وخطابت کا فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا موصوف عصر حاضر کے بزرگ اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ تقریباً ۱۹۶۹ء سے مسلسل تدریسی خدمات میں مشغول ہیں۔ سب سے اہم اور خاص بات یہ ہے کہ مختلف درسگاہوں میں دال چکھی کرنے کے بجائے ایثار وتوکل کے ساتھ سیدی حضور استاذ العلماء حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مشہور قول "یک در گیر محکم گیر" پر عمل پیرا ہیں۔ چنانچہ چالیس سالوں سے لگاتار مغربی بنگال کی مرکزی درسگاہ دار العلوم ضیاء الاسلام ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس اثناء میں آپ کی تدریسی صلاحیتوں کے پیش نظر بہت سی اچھی اچھی جگہیں آئیں مگر مولانا موصوف نے کبھی اپنی وفاداری کا سودا نہیں کیا۔

حضرت مولانا ابو الکلام صاحب احسن القادری کی جائے پیدائش موضع مادھو پور، پوسٹ انگواں، وایا ججوارہ، ضلع مظفر پور بہار اور سنہ ولادت ۱۹۴۲ء ہے۔ والد گرامی کا نام نامی محمود حسین مرحوم ہے۔ مولانا محترم نے ابتدائی تعلیم وتربیت مدرسۃ الحسنہ آباد پدم پور، ضلع پورنیہ بہار میں پھر مدرسہ امدادیہ ضلع دربھنگہ بہار میں، پھر مدرسہ قادریہ سربیلہ ضلع سہرسہ بہار میں حاصل کی اور درس

نظامیہ کی تعلیم جامعہ فیض العلوم جمشید پور بہار میں سلطان المناظرین رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی سرپرستی میں مکمل کی۔اس طرح آپ کا شمار فیض العلوم کے ابتدائی فارغین میں ہوتا ہے۔ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کو آپ کی دیانت اور صلاحیت پر بڑا ناز تھا۔بعض اوقات حضرت مولانا موصوف کو دوسری جگہ جانے کا خیال بھی پیدا ہوا مگر حضرت علامہ کا منور چہرہ ہمیشہ اس راہ میں آڑے آیا۔حضرت علامہ موصوف کے دیگر اساتذۂ کرام میں علامہ عبدالرشید صاحب علیہ الرحمہ چھپراوی، حضرت علامہ محمد سمیع اللہ صاحب اعظمی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ ابواللیث صاحب اعظمی زید مجدہٗ قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا احسن القادری کو تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف بیعت اور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب قبلہ ازہری صدر مرکزی دارالافتاء بریلی شریف یوپی، غیاث ملت حضرت علامہ سیدی غیاث الدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ محمدیہ کالپی شریف یوپی، گل گلزار اشرفیت حضرت علامہ سید شاہ فخر الدین اشرف صاحب سجادہ نشین خانقاہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف یوپی اور فرید ملت حضرت علامہ سید شاہ فرید الحق صاحب عمادی علیہ الرحمہ خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سٹی بہار سے خلافت و اجازت حاصل ہے۔حضرت مولانا موصوف جہاں باصلاحیت مدرس اور بلند پرواز خطیب ہیں وہیں بلند خیال مصنف اور محرر بھی۔ان تینوں ذرائع تبلیغ سے ہر میدان میں آپ علمی شہ پارے لٹا رہے ہیں۔اور بطریق احسن دین وملت کی خدمات کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

آپ تقریباً ڈھائی سو علماء کے استاد اور چھبیس کتابوں کے مصنف ہیں۔جو مندرجہ ذیل ہیں۔

اسلامی قانون اول تا چہارم	اسلامی کہانیاں اول تا سوم	بچوں کی اخلاقی کہانیاں
آسان تقریر اول تا چہارم	اسلامی قاعدہ	آسان سچی نماز
اسلامی تہوار	تحفۂ درود وسلام	میلاد المصطفےٰ
عورتوں کا اسلامی زیور	بچوں کی نئی تقریریں	شب برأت
تذکرۂ مجاہد ملت	طریقۂ فاتحہ مع ثبوت فاتحہ	فوائد دین و دنیا
حق و باطل کی پہچان	حج و زیارت کے آسان اور مختصر طریقے	مراسم اہل سنت

حضرت مولانا موصوف نے اسلامی قانون کے نام سے چار حصوں میں سنی دینیات کا ایک مکمل نصاب تیار کر کے ہمارے مدارس کی ایک بنیادی ضرورت پوری کی ہے۔ جس کیلئے وہ پوری جماعت کی طرف سے تحسین اور شکریہ کے مستحق ہیں۔

حضرت موصوف کے قلم کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ کتاب لکھتے وقت عوام کی ذہنی سطح کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کم پڑھے لکھے لوگ ان کی تصنیفات سے بہت زیادہ مستفید ہو رہے ہیں۔ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کا کوئی ایسا کتب خانہ نہیں ہے جہاں آپ کی کوئی نہ کوئی تصنیف موجود نہ ہو۔ حضرت مولانا موصوف چونکہ بلند خیال مصنف اور محرر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شاندار خطیب اور عمدہ مقرر بھی ہیں اس لئے ہندو بیرون ہند کی بڑی بڑی کانفرنسوں میں اکثر آپ کا خطاب نایاب ہوتا رہتا ہے۔ آپ چار مرتبہ بغرض خطابت بنگلہ دیش اور ایک مرتبہ سیواساگر آسام بذریعہ ہوائی جہاز بلائے گئے، جہاں بڑی کانفرنسوں میں آپ کا خطاب ہوا۔ اور آپ کے حسن خطابت کی کافی پذیرائی بھی ہوئی۔ اسی لئے آپ کو سیاح بنگلہ دیش کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا ابوالکلام صاحب احسن القادری بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ تین مرتبہ حرمین طیبین (زادہما اللہ شرفاً) کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔...... پہلی بار ۱۹۷۷ء میں بذریعہ پانی جہاز اور دوسری بار ۲۰۰۳ء میں اور تیسری بار ۲۰۰۸ء میں بذریعہ ہوائی جہاز زیارت حرمین شریفین سے شادکام ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا موصوف نے حج وزیارت کے مسائل پر ایک آسان اور عام فہم کتاب بھی بنام "حج وزیارت کے آسان اور مختصر طریقے" تحریر فرما چکے ہیں، جس میں حج وزیارت کے مختصر مگر مکمل طریقے درج ہیں۔ اگر حجاج کرام اس کتابچہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں تو انشاء المولیٰ القدیر فریضۂ حج کے ارکان صحیح طور پر ادا ہونگے اور زیارت روضۂ رسول پاک کے فیوض و برکات سے بھی مستفیض ہونگے۔ مولانا موصوف بڑے ہی ملنسار، تواضع پسند اور خلیق ہیں۔ تصنع اور تکلف سے بالکل الگ تھلگ، گول چہرہ، سفید نورانی ڈاڑھی، لمبا قد، ہلکا چھریرا جسم، اوپر سے سفید کرتا سفید ٹوپی اور کشادہ مہری والا سفید پاجامہ، پیروں میں کبھی جوتا اور کبھی چپل، اور

کاندھے پر سفید عربی رومال۔ بس یہی ہے آپ کی کل جمع پونجی۔ خدائے قدیر آپ کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ دینی، ملی اور قلمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اہل خیر حضرات

اے کریم! تو اپنے محبوب دانائے غیوب حضور تاجدار مدینہ ﷺ کے صدقہ وطفیل دین کے ان تمام معاونین کو عفو و عافیت، جائز کاروبار میں برکت، رزق حلال میں وسعت اور دارین کی سعادت سے مالا مال فرما اور ان تمام کو درجات عالیہ عطا فرما جنکا ایصال ثواب مطلوب ہے۔

محمد ابوالکلام احسن القادری

(۱) فخر الدین عرف پپو منجانب جناب محمد خلیل مرحوم و جناب حاجی عبد العلیم مرحوم بلیلیس روڈ ہوڑہ (۲) جناب محمد سلیمان صاحب اہبرن چھپرہ مشرقی چمپارن (۳) جناب محمد قمر الدین و جناب الحاج دلدار حسین صاحب رضوی نور محمد منشی لین ہوڑہ (۴) جناب محمد ظہیر عالم صاحب بلیلیس روڈ ہوڑہ (۵) جناب محمد نسیم صاحب نگواں بہار (۶) الحاج عبد السلام صاحب بلیلیس روڈ ہوڑہ (۷) جناب محمد نعیم الدین صاحب سریا بہار مظفر پور (۸) جناب محمد عمر فاروق صاحب راجمندری آندھرا پردیش (۹) جناب احمد کمال صاحب لیلیٰ فیشن ہوڑہ (۱۰) جناب محمد علی صاحب مٹیا برج کلکتہ (۱۱) جناب محمد اسلم صاحب بشیر الدین منشی لین ہوڑہ (۱۲) جناب محمد سکندر خان صاحب موضع قائحہ، جاجپور، اڑیسہ (۱۳) جناب شہزادہ عالم صاحب بشیر الدین منشی لین ہوڑہ (۱۴) جناب عبد المجید صاحب عرف بھولا و اختری بیگم نور محمد منشی لین ہوڑہ (۱۵) جناب جمیل اختر صاحب (جے۔کے) بلیلیس روڈ ہوڑہ (۱۶) جناب انصار الحق صاحب ملا عرف بلبل سرت چٹرجی روڈ ہوڑہ (۱۷) جناب حیدر علی صاحب قاضی پاڑہ شیب پور ہوڑہ (۱۸) جناب الحاج غلام مصطفیٰ صاحب مرحوم اہبرن چھپرہ مشرقی چمپارن (۱۹) جناب محمد وصی صاحب انصاری مرحوم پی۔ایم بستی سکنڈ بائی لین

ہوڑہ (۲۰) جناب جمعہ بخش نوری وشہیدہ خاتون بلیلیس روڈ ہوڑہ (۲۱) جناب عبدالعزیز صاحب نیو مارکیٹ کلکتہ (۲۲) جناب انیس الرحمن صاحب بشیر الدین منشی لین ہوڑہ (۲۳) جناب انور علی صاحب بی بی مسجد گلی بلیلیس روڈ ہوڑہ (۲۴) جناب حفیظ الرحمن صاحب بالوبیسی اڑیسہ (۲۵) جناب عطاء اللہ صاحب انصاری بلیلیس روڈ ہوڑہ۔

یا ارحم الراحمین ! مرحوم محمود حسین ابن رمضان علی ومرحومہ فرمودن خاتون بنت محمد حبیب کی مغفرت فرما اور جنات عالیہ میں جگہ عطا فرما۔ احمد نورانی ۲۳ ر ا بشیر الدین منشی لین ہوڑہ۔

مذہبی معلومات کیلئے نادر تحفے

عمدۃ المقررین حضرت مولانا الحاج محمد ابوالکلام احسن القادری الفیضی مظفر پوری

کی گرانقدر تالیفات

اسلامی قانون (اول تا چھارم): اس میں وہ مسائل ہیں جنکی ضرورت دن رات مسلمانوں کو پڑا کرتی ہے۔ بطریق سوال وجواب آسان زبان میں لکھے گئے ہیں۔

اسلامی کھانیاں (اول تا سوم): اس میں بچوں کی عمر اور سمجھ کے اعتبار سے نہایت ہی آسان اور عام فہم زبان میں سبق آموز حکایات وواقعات درج ہیں۔

میلاد المصطفیٰ: اسمیں حضور تاجدار مدینہ ﷺ کی سیرت طیبہ پر مستند واقعات اور ایمان افروز روایات عام فہم زبان میں درج کی گئی ہیں۔

طریقۂ فاتحہ و ثبوت فاتحہ: اس میں مروجہ طریقۂ فاتحہ اور اسکے ثبوت پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

شب برأت: اسمیں شب برأت کے فضائل ونوافل اور اعمال واشغال درج ہیں۔

تین نورانی راتیں: اس میں شب معراج، شب برأت اور شب قدر کے فضائل ونوافل اور اعمال واشغال کا بیان ہے۔

تحفۂ درود و سلام: اس میں درود وسلام کے فوائد وبرکات اور مستند قصص وحکایات نہایت ہی آسان اور پرکشش پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔

آسان تقریریں (اول تا چھارم): مدارس اسلامیہ اور پرائمری درجات کے باذوق، طلبہ کیلئے ۲۲ رتقریروں کا دلکش مجموعہ۔

فوائد دین و دنیا: اسمیں کتب معتبرہ سے وہ دعائیں نقل کی گئی ہیں جن پر بزرگان دین نے خود عمل کر کے سعادت دارین حاصل کی اور ہمیں بھی اس کی تعلیم فرمائی۔

تذکرۂ مجاھد ملت: سیدی حضور مجاہد ملت رئیس اعظم اڑیسہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی مختصر سوانح حیات۔

آسان سچی نماز: اس میں نماز کا طریقہ اور اس کے متعلق ضروری مسائل سلیس زبان میں درج کئے گئے ہیں۔

حق و باطل کی پھچان: عقائد اہل سنت اور عقائد دیوبند کا واضح اور مدلل بیان

عرس کیا ھے ؟: جواز عرس اور اس کے ثبوت کا مفصل اور مدلل بیا

مراسم اھل سنت: اس میں موجودہ زمانے کے عقائد سے متعلق مختلف فیہ مسائل کا نہایت ہی مدلل اور مفصل بیان۔

اسلامی قاعدہ: یہ کتاب درجۂ اطفال کیلئے بیحد مفید اور کارآمد ہے۔

وظیفۂ قادریہ: بزرگوں کے اعمال واشغال اور اوراد و وظائف کا بیش بہا گنجینہ

حج وزیارت کے آسان اور مختصر طریقے: عام افراد کیلئے سفر حج وزیارت میں قدم بقدم رہنمائی فراہم کرنے والی ایک بیمثال کتاب۔

دارالعلوم ضیاء الاسلام ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ

☆ مغربی بنگال میں دینی تعلیم وتربیت کا گھوارہ
☆ اہل سنت کیلئے وجہ افتخار
☆ اکابر ومشائخ کی حسین یادگار
☆ ظلمت میں روشنی کا مینار
☆ اہل کرم کی امداد واعانت کیلئے سراپا انتظار